

اک قوم ایک دل

جو اہر لال نہ رہو

پبلیکیشنز ڈیٹن

اک قوم، ایک دل

۱۹۵۶ء کی تقریبی انتخاب

جو اہر لال نہ سد

پبلیکیشنز ڈویٹن
فری آف انفارمیشن اینڈ پرائی کامپنی
گورنمنٹ آف انڈیا

بھذر اشک سمنٹ
ستمبر ۱۹۴۳ء

بکھری کے لئے ہیں ہے

ONE NATION ONE HEART

(URDU)

پبلیکیشنز ڈویژن، اولڈ سینکڑہ دہلی
پرنٹر : - میگنیٹریک داکم - ۲۰۰۸ نیپنہ روز دہلی

اس کتاب پر یہ میں شری جواہر لال نہرو کی منتخب تقریروں کے اقتباسات شائع کئے گئے ہیں جو انہوں نے گزشتہ پرسوں میں بھارت کی ایکتا کے موضوع پر کی ہیں اور اس میں اس کے تمام پہلو جزو افیائی، تہذیبی، سیاسی اور معاشی زیر بحث آئے ہیں۔

زیادہ تر تقریبیں چینی حملے سے پیشتر کی ہیں لیکن آخر کی تین تقریبیں بعد کی ہیں جنکی حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے پوری قوم نے جس عظیم الشان طریقے سے اپنے عزم اور استعمال کا ثبوت دیا ہے وہ ملک کی بنیادی ایکتا کا ہنپھر ہے۔ اس طرح وہ انتشار پسند رجحاناتاً بھی ختم ہو گئے جو پہلے ملک میں موجود تھے۔ اس ایکتا اور وعدت کے احساس کو ہماری روزانہ زندگی کا ایک جزو بن جانا چاہیے تاکہ وہ ملک کو مستحکم اور خوش حال بنانے کی کوششوں کا سامنہ دے سکے۔ اس جذبے کو فروع دیئے اور پوری طرح محسوس کرنے کے خیال سے یہ کتاب پچھے شائع کیا جا رہا ہے۔

ترتیب

- ۱۔ ایک بڑا خاندان
- ۲۔ ایکتا کا آدرس
- ۳۔ ذات پات کو ختم ہونا چاہیے
- ۴۔ ایک اچھی کسوٹی
- ۵۔ میل طاپ ہماری ردا یات
- ۶۔ زبانوں کے بیچ کوئی جھگڑا نہیں ہے
- ۷۔ پسکار روزیہ
- ۸۔ مشترک کام کے ساجھی
- ۹۔ انزو رو فی خطرہ
- ۱۰۔ سرکاری نوگروں کا فرض
- ۱۱۔ فرقہ پرستی - پیں ماں گی کی نشانی
- ۱۲۔ ایک بڑا مذہب
- ۱۳۔ قومی یک جہتی
- ۱۴۔ ہماری نئی یادرا
- ۱۵۔ قومی زندگی میں ریک نیا باب
- ۱۶۔ مفہوم اور پر وقار
- ۱۷۔ سرکاری زبان

بڑا خاندان

میں سارے ہندوستان میں گھومتا رہتا ہوں اور اس ملک کی زنگاری اور تنوع کا نظارہ مجھے بے حد پسند ہے۔ ہندوستان کا یہ تنوع اور اتحاد دنوں اہم ہیں۔ تنوع سے خوشحالی آتی ہے اور اتحاد بے حد ضروری ہے۔

ہندوستان کی وحدت وہ بنیادی حقیقت ہے جسے آج بھی اہمیت حاصل ہونی چاہئے۔ اس کی وجہ سے اس ہمان دلیش کے سمجھی رہتے والے کو روگ یا میسر یا کسی خاص ریاست یا حصے کے نہیں بلکہ اس ملک کے ہٹری بن جاتے ہیں۔

اگر آپ کسی غیر ملکی جائیں تو آپ کو جمہوریہ ہند کے ہٹری ہونے کی حیثیت سے پہچانا جانا ہے۔ آپ کے پاس حکومت ہند کا پاپیورٹ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے دوسرے ملک کے لوگ آپ کے ساتھ عزت سے پیش آتے ہیں۔ غیر ملکوں کے زیادہ تر لوگ ہندوستان کی مختلف ریاستوں کو نہیں جانتے لیکن وہ ہندوستان سے داقت ہیں۔ اس لئے ہمیں بھارت کی بنیادی حقیقت کو ہمیشہ عزیز رکھنا چاہئے اور لما۔ میں جو بہت سی حد پذیریاں ہیں ان میں نہ کھو جانا چاہئے۔

اگر ہم ترقی کریں گے تو چھر سارا ہندوستان ترقی کرے گا۔ ہندوستان کا کوئی ایک حلقہ نہیں اگر سارا ہندوستان پتی کی طرف جاتا ہے تو ہم سب پتی کی طرف پہلے جائیں گے۔

ہم ہندوستان کی تاریخ کے لیکن فلیمِ دریں رہ رہے ہیں۔ پوری قوم آگے بڑھ رہی ہے اور اسے راستے میں کھٹکائیوں کے بڑے بڑے پہاڑوں کو پار کرنا ہے۔ اس کے لئے سخت مدت اور اس سے کہیں زیادہ اتحاد، تعاون اور فیض و نظم کی ضرورت ہے۔

یہ ہندوستان کے نئے بڑا ہوا جب اس نے اپنے درداؤں سے بندگی لئے۔ اور یہ بھی بڑا ہوا کہ اس نے ذات پات چیزیں بندشوں کو قبول کرایا۔ جس نے ایکتا کے احراست کو نقصان پیوں خپیا۔ ہر دو چیز جو الگ کرتی ہے خراب ہے۔ اور جو متحد کرتی ہے دھاچکی ہے۔ ہمیں اپنے درداؤں سے

اور بھڑ کیاں لکھوں دینی چاہئیں تاکہ دنیا کے ہر درج کے خیالات اندر آسکیں اور ہم دنیا کے ہر حصے سے پکھ نہ کچھ سیکھیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنے ملک سے وفادار بھی رہیں۔ سائنس اور سیناوجی ایٹم ہم اور تیزی سے تبدیل ہونے والے اس زمانے میں بھی ہمیشہ کی طرح یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے عوام کے کردار کو بہتر بنایں۔ یہ بھی اہم ہے کہ ہم اپنے طور طریقے نہم وضیط، سماجی تنظیم اور تعاون، اشتراک کا اعلیٰ معیار برقرار رکھیں۔

ایکتا کا آدراش

بادر کھئے کہ ہمیں اس ملک میں، ۳ کروڑ آدمیوں کو ادپراٹھانا ہے۔ یہ کام سخت محنت، باہمی اشتراک و تعاون، ایک دوسرے کی مدد اور مناسب ڈھنگ سے منصوبہ بندی کر کے گی جا سکتا ہے۔

اس وقت ہم لوگ دوسرے پنجالہ پلان کے وسط میں پہنچے ہیں۔ پلان کے سلے یہیں پکھ دقتیں ہوتی تھیں، خاص طور سے خارجی زر مبادله کے حصول میں۔ لیکن ہم اپنے اور بھروسہ کر کے ان مشکلات پر قابو پا سکتے ہیں۔ میں ہمت نہیں نہ رتا۔

لیکن ایک دوسرے قسم کی مشکل ہے جو زیادہ خطناک ہے۔ یہ مشکل ہم لوگوں کی ایک پرانی لمحہ وری ہے اور وہ یہ کہ ہم لوگ ہمیشہ متحفظ نہیں رہتے۔ ہم یہ ٹھیک ہوئے ہیں اور آپس میں ہمارے اختلافات ہیں۔ ہم قوم کے بنیادی اتحاد کو بھول جاتے ہیں، ان اصولوں کو بھول جاتے ہیں جنہیں گاندھی جی نے سکھایا تھا۔

جب ہم ہندوستان کی آزادی کے لئے ٹھر رہے تھے تو یہ پورے ہندوستان کی رہائی تھی۔ یہ ہندوستان کے ایک حصے کی آزادی یا مدراس، بنگال یا بیڈی یا اتر پردیش یا پنجاب کی نہیں تھی۔ ہم نے پورے ہندوستان کو آزاد کرایا۔ ہم نے ہندوستان میں لیک عظیم جمہوریہ قائم کی جس کے

یہ ہمارا پر دلیش جھٹے ہیں۔ اور ہم سبھوں کو ہندوستان کی اس جمہوری کے شہری ہونے پر فخر ہے۔ اگر ہم پورے ملک کے مقام کو بھول جائیں اور وہ فن کسی ریاست یا فرقے یا ذات یا زبان کے بارے میں سوچنی تو حالات ہمارے قابو سے باہر ہو جائیں اور ہم غلط راستوں پر بھٹک جائیں گے۔

وقعی جدوجہد کے زمانے میں ہم میں ایسا اتحاد تھا جو ہر ریاست، ہر عربی گروہ، ہر دست اور سافی گروہ کو اپک دھاگے میں یا نہ ہوئے ہوئے تھا۔ اس اتحاد نے ہمیں آزادی دلائی۔ اب ہم ہندوستان کی غربی کے خلاف جنگ کرنے میں لگئے ہوئے ہیں تاکہ ہم معاشی حاذ سے ترقی کر سکیں۔ لہذا اگر ہمیں اس طریقے میں کامیاب ہونا ہے تو سبھوں کو مل کر اس کے خلاف لڑنا ہوگا۔ ہم ہندوستان میں اشتراکی نمونے کا سماج قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہندوستان کے ہر مرد اور عورت اور بچے کو یہاں مواقع میرا میں اور ان میں جو اپنے بیچ اور امیری غربی کا فرق ہے وہ ختم ہو جائے۔ یہ کوئی انسان کام نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو تربیت، تعلیم اور سیکھیوں دوسرے طریقے سے بہتر نہیں ہو گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے خیالات اور جذبات کی تنظیم کس طرح کرتے ہیں۔ ہم اپنے پہلو سیوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں۔ اور ایک ساتھ کام کرنے کے لئے ہم اپنی ملاحدیتوں کو کس طرح برسائے کار لاتے ہیں۔ سوشلزم کا مطلب تعاون و اشتراک اور تمام رکاوٹوں کو دور کرنا ہے۔ خاص بات یہ یاد رکھنے کی ہے کہ ہم یہ تبدیلی پر امن طور سے اور باہمی اشتراک کے ذریعے حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

جب کبھی میں مدراس آتا ہوں بہت خوشی سے آتا ہوں کیوں کہ میں مدراس کو ایک پُرجمان ہٹر پاتا ہوں۔ یہاں سکون اور وقار کی فضائی اور گھری سمجھواری کی خوبی نظر آتی ہے۔ فیکن گز بستہ چند مہینوں میں کچھ ایسے واقعات ہوئے ہیں جو شہر اور ریاست مدراس کی ہٹرست کے بالکل بر عکس ہیں۔ مجھ تک جو اطلاعات پہنچی ہیں اس کے مطابق یہاں کی ایک تنظیم دراڈ کازگم کے بیڈر تمثیل اور بغاوت کا پرچار کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہندوستان کا دستور اور ہندوستان کا حصہ جلا دیا جائے۔ ہندوستان کا کوئی بھی آدمی خواہ وہ کتنا بھی بڑا یا بلند مرتبہ کیوں نہ ہو یہ باتیں ہئے کی ہمت کر سکتا ہے۔ یہ بڑی شرم ناک بات ہے۔ اگر کوئی صلح الدناء آدمی ہندوستان کی آزادی

ہندوستان کا جنڈا اور ہندوستان کے دستور کو چیلنج کرے تو یہ بغاوت ہے۔ اور اس کو ہر سچاً^{جیا}
بغاوت سمجھنا چاہیئے کیونکہ اور نہیں۔ یہ صرف مدراس شہر، مدراس کی ریاست کے لئے ہی چھتائی فی
نہیں ہے بلکہ پورت ہندوستان کے لئے ایک چیلنج ہے۔ اور چاہے کیونکہ بھی ہو جائے ہندوستان
اس کو برداشت نہیں کرے گا۔

ذات پات کو ختم ہونا چاہیئے

یہاں پہنچ کر ان پہاڑوں کو دیکھتے ہوئے جو ہمارے چاروں طرف ہیں مجھے شماں ہندوستان
کے پہاڑوں اور دریافت سے ڈھکتے ہوئے ہماری کاغذی خیال آتا ہے۔ ہمیں اپنے اس عظیم دش بھارت
اور اس میں پسندیدے والے لاکھوں، تک روڑوں آدمیوں کا بھی خیال آتا ہے جو دیکھنے میں ایک دوسرے
سے مختلف نظر آتے ہیں، مختلف زبانیں بولتے ہیں لیکن سب لوگ سنیکاروں طریقوں سے
ایک بندھن میں بندھے ہوئے ہیں اور آج سب مل کر نئے بھارت کی تعمیر کے ہمان کام میں
لگے ہوئے ہیں۔

کیا آپ کو وہ زمانہ یاد ہے جب ہم سب آزادی کی جدوجہد میں لگے ہوئے تھے اور جب
اس عظیم ملک کے طول و عرض میں اپنے ہمان نیتاہما تماگانڈھی کی قیادت میں ملک کے اس
حلقے سے اس حصے میں ریا جایا کرتے تھے۔ خواہ ہمارا حلمہ عمل اتر تھایا دکھن، پورب تھایا پھیم
لیکن اس وقت ہم پورے ملک کی آزادی کے لئے کام کر رہے تھے اور ہم نے پورے ملک کو
آزاد کرایا۔ ہم نے عhos کر لیا تھا کہ ہم بمحضوں کی قسم تیس ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اور اس لئے
یا تو ہم بمحضوں کی آزادی حاصل کریں یا چھر آزاد نہ ہوں۔ اس طرح ہم نے ایک ساتھ کام کیا۔
ایک ساتھ قربانیاں دیں اور ایک ساتھ آزادی حاصل کی۔

ابہار سے سامنے اس سے بڑا مشعل ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمیں نئے بھارت کی تعمیر کرنے ہے۔

جس میں غریب اور دکھ اور تکلیف اور بے روزگاری کا خاتمہ کرنا ہے۔ اس کے لئے ہمیں یہی
مل کر کام کرنا ہے۔

ہماری یہ سے لے کر کنیا بھارتی تک پورا ہندوستان ہم میں سے ہر ایک کا ہے۔ اس مہان دش کے
ہم سب مشرک دارث ہیں۔ مختلف بیاسیں ہمیں الگ الگ نہیں کرتے جس فرج منزہ نہ مدد و
ہمیں الگ نہیں کرتے۔ نہ ہی مختلف زبانیں ہمیں ایک دوسرے سے مغلخدا کرنی ہیں۔ ہندوستان
کی تمام بڑی زبانیں پرانی ہیں، کافی دون سے راجح اور ترقی یافتہ ہیں۔ یہ زبانیں اپس یہی نہیں
ہیں ہمیں ان سبھوں کی مدد کرنی ہے۔

اس ملک میں بہت سے مذاہب بھی ہیں اور عام طور سے مختلف مذاہب کے لوگ اس
ملک میں ہزاروں برسوں سے پر امن طریقے سے رہتے آئے ہیں۔ ایک مذہب والوں کا دوستہ
مذہب والوں سے رواداری بر تناہندوستان کی روایت ہے۔ یہ ہندوستانی تہذیب کی
بنیادی خصوصیت ہے۔ اس کے باوجود کچھ لوگوں نے ایک دوسرے سے لڑنے کے لئے مذہب
کو نظر چنگ بنادیا ہے۔ ان لوگوں نے مذہب کو رسوا کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے فرقہ وار تنظیمیں
بنائی ہیں اور سیاست میں مذہب کو لے آئے ہیں۔ اس سے ہمارے ملک کو کافی نقصان پہنچ
چکا ہے۔ ہمیں صرف اپنے مذہب کی نہیں بلکہ دوسروں کے مذہب کی بھی عزت کرنی چاہئے۔
ہندوستان کے ریک عظیم فرمان ردا اشوك نے جو ۳۰۰ برس قبل گزر رہے ہم کہا ہے کہ جو کوئی
دوسرے مذہب کی عزت کرتا ہے وہ ایک طرز سے اپنے ہی مذہب کی عزت کرتا ہے اور اس
طریقہ دوسروں سے بھی اپنے عقیدے کی عزت کرایتا ہے۔ یعنی اُر لوگ دوسروں کے مذہب
کی عزت نہیں کریں گے تو ان کے مذہب کی بھی عزت نہیں کی جائے کی۔ اس طرح ہمیں روادار
کا یہ سبق ہندوستان میں صدیوں سے پڑھایا گیا ہے۔

مجھے ذات پات کا طریقہ پسند نہیں ہے۔ میرا خیال ہے گررشہ کئی سو برسوں میں
ذات پات ہندوستان کے لئے ریک لختہ ہی رہا ہے۔ اس تے ہندوستان کو تمود رکر دیا۔
اس سے ہندوستان پت ہو گیا اور ہم غیر ملکی حلقہ آوروں کے غلام ہیں گے۔ کیونکہ ذات پات

نے ہمیں غالتوں میں یا نٹ رکھا تھا۔ اس وجہ سے ایکتا اور اتحاد کے جذبات فتاہ ہو گئے۔ ڈاپات نے ہمارے ملک کے بہت سے لوگوں کو گھٹیا اور محترمہ بنادیا۔ ہم میں بہت سے لوگوں نے اس لعنت کو مسلط کیا اور بہنوں نے اس پستی کو قبول کر لیا۔ ماہنی میں ذات پات سے جو عینی فائدے رہے ہوں لیکن آج کی دنیا میں ذات پات یا ذات پات کے طریقے (سسٹم)، کی کوئی گنجائش نہیں۔

ہمارے مقاصد کیا ہیں؟ حصول آزادی کے بعد ایک سفر ختم ہو گیا۔ لیکن دوسرا المبا سفر شروع ہو گیا۔ یہ ہندوستانی عوام کا سفر ہے جو غربی کو ختم کرنے، سماجی اور معاشی ترقی کرنے اور ایک اچھی زندگی گزانے کے لئے شروع ہوا ہے۔ ہمارا مقصد ایک اشتراکی سماج قائم کرنا ہے جس میں یہڑی حد تک مساوات اور برابری ہو گی اور تمام لوگوں کو لیکن موافق ملیں گے۔ ہم اس مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے اگر ہم اپنے سماج کو ذات پات کے طبقوں میں باٹ دیں۔ کیونکہ ذات پات کا طریقہ صرف سو شلزم کے منافی نہیں ہے بلکہ مساوات اور ساتھ کام کرنے کے تمام تصویرات کے بھی خلاف ہے۔ یہی چالنے والوں کہ ذات پات کا بھید بھا ہمارے سماج میں بہت سے لوگوں میں یہڑی گھری چڑپکر ڈچکا ہے اور اس کو بالکل ختم کر دینا آسان نہیں ہے۔ لیکن ہمیں اس کو الکھاڑ پھینکنا ہے۔ خواہ اس میں کچھ وقت بھی لگے۔

حال میں رام ناٹھ پورم کے مبلغ میں یہڑے زبردست فسادات ہوئے ہیں۔ بہترے سے لوگ مارے گئے۔ کافی چایداد کو لفظ مان پہنچا اور بہت سے لوگوں کو لفظ مان اٹھانا پڑا۔ مختلف ذاتوں کے لوگوں کے درمیان ہوتے والے یہ فسادات ہمارے لئے یہڑے ہوں گا کہ۔ اس نے ہمیں دکھا دیا کہ کس طرح ذات پات کے فرق سے ایک دوسرے کے خلاف نظرت اور دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ ان کی وجہ سے ہر آدمی سوچنے لگا کہ ذات پات کو باقی کرنے میں کچھ خطرات ہیں۔ اس لئے ہمیں اس لعنت سے چھپ کارا پایا تا چاہیئے اور اس کو ختم کر دینا چاہیئے۔ ایک دوسرے سے لڑائی کر کے نہیں بلکہ پڑا من طریقہ سے۔ ایک دوسرے کو بسمح کے اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر کے اسے ختم کرنا چاہیئے۔

ایک اچھی کسوٹی

گاندھی جی نے ہمیں جو باتیں سمجھائی تھیں ان میں ایک بات بھارتیہ عوام کی ایکتا بھی ہے،
چاہے وہ مختلف ریاستوں میں رہتے ہوں یا مختلف طب کو مانتے ہوں یا مختلف زبانیں
بولتے ہوں۔

یہاں سے بیٹھنے لیٹھنے میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ نے ایک ساتھ مسجد اور گرجا کی تعمیر
بنائی ہے جسے بھلی نے روشن کر رکھا ہے۔ یہ منہجی اتحاد کی علامت ہے اور میں اس کے لئے
آپ کو مبارک پا دیتا ہوں۔ ہم نے طے کر دیا ہے کہ ہر شہری کو خواہ وہ ہندو یا مسلمان،
عیسائی ہو یا جین یا بدھ، یا اس کا کوئی مذہب نہ ہو، یہاں حقوق حاصل ہیں۔ ہم سب ہندوستان
کے شہری ہیں اور میں ایک ساتھ کام کرنا ہے۔ کوئی بھی شخص جو ریاست یا مذہب یا زبان کے
نام پر مشکلات پیدا کرتا ہے ہندوستان کی کوئی خدمت نہیں کرتا بلکہ اپنی ریاست یا مذہب یا زبان
کی بدخواہی کرتا ہے۔

یاد رکھئے کہ ہر وہ چیز جو ہمیں الگ الگ کرتی ہے یا ہم میں جھگڑے پیدا کرتی ہے وہ
بُری ہے اور ہر وہ چیز جو ہمیں متحد کرتی ہے اور ایک دوسرے کے نزدیک لائق ہے وہ اچھی
ہے۔ اس کسوٹی پر اپنے ہر مسئلے کو پر رکھئے۔ یہ ایک اچھی کسوٹی ہے۔

حال یہیں، خاص طور سے جنوبی ہندوستان سے بعض اوقات ایک نیا شورستہ میں آتا ہے
اور وہ شور ہے شمال کی آمریت کا، ہندی کی آمریت کا اور اس بات کا کہ شمالی ہندوستان
جنوبی ہندوستان پر غالب آتا چاہتا ہے۔ یہ مشکلات پیدا کرتے، ہندوستان کو ٹھیک دیں مانند
اور انتشار پیدا کرنے کی پرانی کوشش کی دوسری شکل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شمالی
ہندوستان میں بہت سے الیسے نادان اور شرارت پسند لوگ ہیں جو فلطاً اور احمقانہ باتیں

ہبنتے ہیں جیسے جنوبی ہند کے بہت سے بے وقوف اور شرارت پنڈوگ کہتے ہیں ہم ایک سخت اور بے رحم دنیا میں رہ رہے ہیں اور اگر ہم مجبو طا اور متحد نہیں ہوں گے تو ہم گر جائیں گے۔ میں یہ بات آپ کو بار بار کہتا ہوں کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ آپ اچھی طرح سے یہ بحوث کر لیں کہ ہمارا اصل دشمن کوئی باہری نہیں بلکہ یہ ہماری اپنی نجذبیات اور ناکامیاں ہیں۔

میل ملاپ ہماری روایات

جب اسلام ہندوستان میں فاتحانہ داخل ہوا تو اپنے ساتھ کشکش بھی لایا۔ اس کے دہرست اثرات پڑے۔ یک طرف اس نے ہندو سوسائٹی کے اس میلان کو تھوڑی پہلو خپاٹی کہ اور دیادہ مکڑ کو اپنے محافظ خول کے اندر پناہ لے۔ دوسری طرف وہ تازہ ہوا اور نئے تصویرات لایا۔ اس طرح اس نے زندگی کی نئی قوت پیدا کی۔ بو دھرمت کے بر عکس جو ہندوستانی فکر کی ایک اور عینہ پیدا کیا۔ ہندوستانی سوسائٹی کا انعام ہر طرف سے بندھا۔ مسلمان بھی جو باہر سے آئے اپنے ساتھ ایک ایسا نظام لائے جس کے دروازے دوسروں کے لئے بندھتے۔ اس طرح دو نظام میں جو ایک دوسرے کو قبول نہیں کر سکتے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی اتنا طاقت ورنہیں تھا کہ دوسرے کو ختم کر دیتا یا اس پر حاوی ہو جاتا۔ سیاسی کامیابی کا نتیجہ یہ نہیں نکلا کہ ذہنی اخلاقی یا منہجی فتح بھی حاصل ہوتی۔ قدیم ہندوستانی روایات اور عقیدہ اب بھی نئے اثرات کا مقابلہ کرنے کے لئے کافی طاقت درا در مجبو طا تھا۔ مسلمان اپنے ساتھ اپنا مخصوص موئی پیغام لائے تھے۔ اس لئے اُس نئی اُسانی سے جذب نہیں ہوئے۔ جس طرح ان سے پہلے ہنے والے گھل مل گئے تھے اور وہ ہندوستانی قوم کے بنیادی کردار کو بدل سکے۔

قدیم ہندوؤں کا فلسفہ اور عالمی نقطہ حیرت انگریز طور پر یہ تعصیب اور روادارانہ تھا۔

آزاد میمور جن پیچر میں سے اقتیاسات بونی دہلی میں ۲۲ اور ۲۳ فروری ۱۹۴۹ء کو بجلات آج اور کل کے عنوان سے دئے گئے تھے۔

پھر بھی ان میں سے بہت سے ذات پات کے فرقے اور اعلیٰ طبقے پیدا ہو گئے مسلمان ایک نئے مسئلے سے دوچار ہوئے۔ وہ یہ کہ دوسروں کے ساتھ مساوات کا اصول کس طرح بتایا جائے۔ دوسروں میں بھی مسلمان گئے تھے ان کو اتنی عظیم الشان کامیابی نسبت ہوئی کہ وہاں دراصل ہندو میں آہستہ آہستہ امتزاج پیدا ہوا مگر اس کی تکمیل سے قبل دوسروں اثرات نے کام کرنا شروع کر دئے۔ اس کے باوجود مغرب کے نئے بدل خیالات اور صنعتی طریقے کے اثرات ہندوستان کی زندگی اور ذہن پر بڑے شروع ہو گئے۔ ایک نئے قسم کی قومیت دعویٰ میں آئی جو ناگزیر طور پر نوآبادیات کے خلاف تھی اور آزادی چاہتی تھی۔ جوئی صنعتی تہذیب زبان ادب اور مغربی طرزِ زندگی سے رونما و زیادہ متاثر ہوئی تھی۔

راجہ رام موہن رائے نے قدیم ہندوستان اور جدید رجحانات میں کسی قسم کا امتزاج کرنے کی کوشش کی۔ دویکا نند نے قدیم ہندوستانی فلسفہ کے جاندار نظریوں کو جدید لباس سے آراستہ کیا۔ سیاسی اور تہذیبی تحریکیں شروع ہوئیں۔ جن کی تکمیل گاندھی جی اور رابندرناٹھ ٹیکر کی شخصیتوں میں ہوئی۔

یورپ میں سائنسی اور رداہی تہذیب کے درمیان کشکش ہو چکی تھی اور عیسائیت کا علم کائنات سائنسی نظریوں سے تباوق پیدا نہ کر سکا تھا۔ سائنس نے ہندوستان میں کسی قسم کی کشکش پیدا نہیں کی اور ہندوستانی فلسفہ آسانی کے ساتھ اپنے بنیادی تصورات کو نقصان پیو نچا ہے بنی اس کو قبول کر سکتا تھا۔

چار بڑے مذاہب نے ہندوستان کو متاثر کیا ہے۔ دو خود اسی سر زمین کی پیداوار، ہیں، ہندومت اور بودھ مت۔ اور دو باہر سے آئے۔ لیکن ہندوستان میں انہوں نے مقبوطی سے اپنے قدم جعلئے تھی عیسائیت اور اسلام۔ سائنس آج مذہب کے پرانے تصور کو چیخنے کر رہی ہے۔ لیکن اگر مذہب اپنے آپ کو عقائد اور رسم و رواج تک محدود نہ رکھیں بلکہ ان کا واسطہ زندگی کے اعلیٰ وسائل سے ہوتونہ مذہب کا سائنس سے اختلاف ہو کا اور نہ آپس میں جھکڑا۔ لیکن ہے ہندوستان

کو یہ عربت حاصل ہو کہ اس ملرح کا امتزاج پیدا کرے۔ یہ ہندوستان کی اس قدیم روایت کے مطابق
ہوگا جو اشوك کے فرمانوں میں درج ہے۔

ہر قوم میں اندر دنی کش مش بھی ہوتی ہے۔ مگر اس میں فرق ہوتا ہے۔ جیسے ایک جمہوری ملک
میں جہاں بالخون کو حق رائے دہندی کی حاصل ہے۔ یہ کش مش عام اور معلوم قانونی طریقوں سے حل
کی جاسکتی ہیں۔

ہندوستان میں ہمیں انتہائی تشویشاں صوبجاتی اور زبان کی کش مش سے سابقہ تھا۔ اب
جو مسائل پیدا ہو رہے ہیں ان کا سبب طبقاتی کش مش ہے اور ایسے لوگوں کو آسافی سے ہٹایا ہوئیں
جا سکتا جن کا وسائلی پر قبضہ ہے۔ پھر بھی ہم نے دیکھا ہے کہ ہندوستان میں پرانے راجے، ہمارے
پڑے چایگردار، تعلقدار اور زمیندار جیسے طاقت ور لوگ پر امن طریقوں سے بے دخل کر دئے گئے۔
اگرچہ اس کا مطلب یہ تھا کہ ایک مستحکم نظام جس کی بنیاد مخصوص لوگوں کے مقام پر بھی، تو ڈراما جائے
اس لئے اگر ہم تسلیم کریں کہ طبقاتی کش مش موجود ہے تو دوسری طرف یہ بھی تسلیم کرنا چاہئے کہ
جن مسائل کو حل کرنا ہوا غصیں پر امن طریقوں سے حل کرنا چاہئے۔

زبانوں کے پیغام کوئی جھگڑا نہیں ہے

مجھے اپنی زبانوں کے پیغام طے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ لازمی طور سے زبانیں ایک
دوسرے سے آگے بڑھتی ہیں۔ مگر اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ اس سے ایک دوسرے پر اچھا
اثر پڑتا ہے۔ جہاں تک زبانوں کا سوال ہے ہمیں نہ اع اور جھگڑے کا رویہ نہیں اختیار کرنا چاہئے۔
زبانوں کے سلسلے میں ہندوستان میں جو اہم تبدیلی آگئی ہے وہ یہ ہے کہ اسکو لوں میں
ذریعہ تعلیم ریاستوں کی زبان بن گئی ہے۔ تعلیم میں بلاشبہ انگریزی اسعمال کی جانب ہے۔ یہ
اچھی یات ہے خاص طور سے یونیورسٹی تعلیم کے لئے۔ لیکن اسکو لوں میں علاقائی زبان کا ذریعہ تعلیم
بن جانا اسافی طور سے ماضی سے بہت بڑا انحراف ہے۔

بلاشبہ اس میں بعض خطرات ہیں اور اس کا ذرہ ہے کہ یہ علیحدگی پسندی کے رجحانات کو تقویت پہونچائیں۔ ہمیں ایسے رجحان سے نہ تباہ کا دیکن، س لڑائی میں ہم لوگوں کو علاقائی زبانوں کی ترقی کی راہ میں نہیں آنا چاہئے۔ ہمیں بھرپور ترقی کے لئے ان کی ہمت افزائی کرنی چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ ایسی ہی ترقی کے ذریعہ زبانیں ایک دوسرے کے نزدیک اور قریب آئیں گی۔ اس طرح ہمیں کہ ایک زبان دوسری کو چھپے ڈھکلیں گے کوشش کرے۔

زبانوں سے علیحدگی پسندی پیدا ہونے کے خطرے پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ اگر ہم صحیح قسم کے رجحانات کی ہمت افزائی کریں۔ اور اگر ایک زبان کا گردوبہ دوسرے گردوبوں پر مسلط ہونے کی کوشش نہ کرے۔ ہندی کی مثال یہ جنوب میں ف الحال ہندی پربہت سے لوگوں کو اعتماد ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان میں یہ احساس ہے کہ یہ زبان ان پر مسلط کی جا رہی ہے۔ اس لئے ہمیں کہ وہ ہندی کے خلاف ہیں۔ جنوب میں یہ شمار ایسے لوگ ہیں جو ہندی سیکھ رہے ہیں اور اچھی طرح سیکھ رہے ہیں۔ ہندی دہان ترقی کر رہی ہے، لیکن جس لمحے آپ ان پر یہ زبان کسی شکل میں عائد کرنے کی باتیں کرتے ہیں تو وہ بلکہ جاتے ہیں اور ان کا بلکہ بالکل بجا ہے۔ اس لئے زبان کو مسلط کرنے کی باتوں کو ختم کر دینا چاہیئے بلکہ میں اس سے آگے جا کر جنوبی ہند کے لوگوں کو یہ بھی کہوں گا کہ اگر وہ ہندی ہمیں سیکھنا چاہتے تو وہ ہندی نہ سکھیں، ہستا۔ اگر ان کی یہ خواہش ہے تو ہمیں ایسا رفیع اپنا ناچاہیئے۔ اس طرح آپ انھیں نزدیک لے آئیں گے۔ ہمارے دستور میں یہ طے کردیا گیا ہے کہ ہندی کو بدلتا ترجمہ ترقی دی جائے۔ ہم نے یہ فیصلہ، اس وجہ سے ہمیں کیا تھا کہ ہندی کسی دوسری زبان کے مقابلے میں کوئی بہتر یا طاقتور زبان ہے بلکہ اس فیصلے کے چھپے بعض خاص عملی وجوہیں تھیں۔

یہ دو باتوں کا مشورہ دوں گا۔ سیلی بات تو یہ ہے کہ زبان کو بالکل مسلط نہ کیا جائے۔ دوسری کہ ایک غیر معین مدت کے لئے انگریزی ایک معاون یا مزید زبان کی حیثیت سے سرکاری مقام درکار استعمال کی جاسکتی ہے۔ یہیں نہیں چاہتا کہ غیر ہندی دان علاقے کے لوگوں کو یہ خیال پیدا

ہو کہ پور کہ رہ بندی زبان میں مراست کے لئے مجبور ہیں اس لئے بعض فوائد سے محروم ہیں۔ وہ انگریزی میں مراست کر سکتے ہیں۔ میں انگریزی کو ایک مذیاول زبان کی حیثیت سے اس وقت تک باقی رکھوں کا جب تک کہ لوگ چاہیں گے اور میں اس کا فیصلہ بندی دک لوگوں پر نہیں چھوڑوں گا بلکہ اس کا انحصار غیر بندی زبان لوگوں پر ہو گا۔

میں انگریزی کے ساتھ جانب داری روت زہوں کیونکہ انگریزی زبان بڑی اہم ہے اور بعدید دنیا سے اپناوا سلط قائم رکھنے کے لئے ایک اچھا ذریعہ ہے ہمیں اس ذریعے کو ختم نہیں کرنا پایا سیئے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہمارا مستقبل خطر سے میں پڑھائے گا۔ یہ بات ناگزیر ہے کہ ہم اپنی رتری ٹک کے موجودہ مرحلے میں جب کہ ہم پختہالہ پلانوں پر عمل کر رہتے ہیں، ملک میں صنعتیں اور شہریں لگا رہے ہیں، سائنسی ترقی و تحقیق میں مدد و فتنہ ہیں تو ہم اگر ساری بندوں تک زبان کو ملکیا بھی کر دیں تو رتری ٹک نہیں کر سکتے۔ اگر ہم غیر ملکی زبانوں کو چھوڑ کر ان زبانوں سے چھڑ رہیں گے تو ہم آگے نہیں جا سکتے۔ میں یہ بات اپ کو مادت مادت تبا دینا چاہتا ہوں۔

اس ملک کے عوام کی طرف بھی میرا رویہ جانبداری کا ہے۔ میں یہ نہیں بھول سکتا کہ ہمیں اپنے ساتھ چالیں کروڑ انسانوں کو لے کر چلنا ہے اور ہم انھیں عملی افسیاتی اور جذبہ باقی طور پر ساتھ لے کر نہیں جل سکتے۔ جب تک کہ ان سے ان کی اپنی زبانوں کے داسطے رابطہ قائم نہ ہو۔ یہ مبھول جانا کوئی اچھی بات نہیں ہے کہ یہ انگریزی نہ جانئے والے لوگ ہی ملک کی قدمت کا فیصلہ کریں گے، کیونکہ وہی اس ملک میں بہت بڑی اکثریت میں ہیں۔ اس لئے ہمیں اپنی زبانوں کی ہمت افزائی کرنی ہوگی۔ ہمیں اپنی تعلیم اور اپنا کام رفتہ رفتہ اپنی زبانوں میں کرنا ہو گا تاکہ لوگوں سے رابطہ قائم رہے اور عوام بھی اس جذبہ باقی التعامل کو محسوس کر سکیں کہ ملک اور حکومت میں کیا ہو رہا ہے۔

یہ بے حد اہم بات ہے کہ لوگوں کے خیالات بنیاد سے پرواں چڑھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا ہے کہ ہم ایک جدید سائنسی دور میں رہے ہیں۔ اس لئے ہمارے

پاس ایک غیر ملکی زبان ہوئی پڑا ہے جو اس جدید نامنے میں ہمارے کام آئے۔

چکدار روایہ

مجھے یہ احساس ہوا ہے کہ اس ایوان میں جو بحث کی جائی ہے دہ تھوڑی سی پرانی ہو چکی ہے یا جلدی پرانی ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ مباحثہ اور اس کے پیچے جو پورا روایہ ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان کا ایک جامد لقصوہ ہے اور یہ کہ ہندوستان بدل نہیں رہا ہے۔ باقی دنیا سے قطع نظر جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے ایک نئی دنیا و جود میں آ رہی ہے۔ یہ پڑی تیزی کے ساتھ چھلانگیں مارتی ہوئی ہماری طرف چلی آ رہی ہے۔

سب سے پہلے تو ہمیں جمہوریت اور تعلیم کے ارتقاء کو مذکور رکھنا چاہیئے۔ یا اس حقیقت کو ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ سیاسی فیصلے کرنے کے میدان میں بہت سے لوگ آ رہے ہیں۔ ان میں سے اکثریت کو کسی غیر ملکی زبان کی پشت پناہی حاصل نہیں ہے۔ جتنا زیادہ گدرا ہیں یہ لوگ آئیں گے اتنا ہی یہ صورت حال کو بدل دیں گے۔ خواہ یہ تبدیلی اچھائی کے لئے ہو یا اُبُرائی کے لئے۔ ہم میں سے بہت سے لوگ جو یہاں پہنچے ہیں ان کا تعلق ایک ایسی نسل سے ہے جن کی پورش و پرداخت دوسرے ڈھنگ سے ہوئی تھی۔ لیکن انگریزی ذرائع علمی۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ عمل ہندوستان میں اس وقت بھی نہیں دہرا�ا جا رہا ہے اور مستقبل میں تو اس کا امکان اور بھی کم ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہندوستان میں جو نئی دنیا پر دن پڑھ رہی ہے وہ سائنس، میکنائوجی اور صنعت کی دنیا ہوگی۔ یہ اس منسٹری اعلاء کی عکاس ہے جو ہندوستان میں بیسویں صدی کے وسط میں آ رہا ہے۔ یہ ہماری زندگی کو اور ہمارے طرز فکر کے تانے بانے کو بدل رہا ہے۔ اس کی وجہ سے ایسے بے شمار نفظ آ رہے ہیں ملک کاری زبان سے متعلق پارلیمنٹ کی بنا تھی ہوئی تھی کی روپرٹ پر مباحثے کے دران لوگ بجا ہیں تقریب

جنہیں ہمیں نئے پیشوں میں استعمال کرتا ہے اور ڈاکٹر گھوڑیرا اور سینیٹ گودنڈا اس کی تمام کوششیں اس صورت حال کا بنا یا ملہ ہمیں کر سکتیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی زبان انکا سارے دم یا مترجم کے لفڑت ہیں نہیں بنتی۔ یہ اُن لوگوں سے بنتی ہے جو ان میدانوں میں کام کر رہے ہیں۔

آج کی بنیادی حقیقوتوں میں ایک حقیقت یہ ہے کہ اسکو لوں کا ذریعہ تعلیم اس علاقے کی زبان بن گئی ہے۔ خواہ تامل ہور یا تیلگو، یا مراثی یا گجراتی یا کوئی اور۔ اس کی وجہ سے ایک ایسی نسل تیار ہو گئی جو اس نسل سے بالکل مختلف ہو گئی جس سے ہم لوگوں کا تعلق ہے۔ یہ انگریزی کے مقابلے پر ہندی کا مسئلہ ہمیں ہے بلکہ یہ چودہ زبانوں کے ذریعہ اور اگر آپ چاہیں تو چودہ زبانوں سے بھی زیادہ زبانیں کہہ سکتے ہیں، چاہے دستور میں ان کا ذکر نہ بھی کیا گیا ہو تعلیم دینے کا سوال ہے۔ اس نئے انگریزی لازمی طور سے ہندوستان میں ایک ثانوی زبان بن جاتی ہے۔ یا اب ملک کی اولیٰ زبان نہیں رہی۔ یہ پہلی بنیادی حقیقت ہے جسے یاد رکھنا چاہیئے۔ دوسرا بنیادی حقیقت یہ ہے کہ ہمیں کسی ایک مشترکہ زبان کی ضرورت ہے جس سے ہمارا آپس میں تعلق قائم رہے۔ اور دستور میں ہے کہ دیا گیا ہے کہ ہندی ہی مشترک سرکاری زبان ہو گئی۔ یاد رکھئے کہ یہ ریاستوں کے درین سرکاری مراسلات کے لئے ہے، اس لئے انگریزی کو ہندوستان کی اس قسم کی سرکاری زبان بنانے کی ویلیں بہت لگر دوڑ پڑ جاتی ہے۔ اگر آپ پہلی حقیقت کو محسوس کریں۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ہندی کسی بھی طرح کسی دوسرا زبان سے بہتر ہے۔ درحقیقت بعض ہندوستانی زبانیں اپنے مواد کے لحاظ سے زیادہ مالدار اور ہندی سے زیادہ بہتر ادب کی مالک ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہندی کی اصل بنیادی مخالفت اس درس سے پیدا ہوتی ہے کہ ہندی کے نقاد سے غیر ہندی داں علاقے کے لوگوں کو بعض قسم کی دفتروں کا سامنا کرنے پڑے گا۔ بلاشبہ اعیین دست ہو گئی۔ ہمیں یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ کوئی شخص اسے دو سفے یا ایک ہمیت یا ایک سال میں سیکھ سکتا ہے۔ یہ دقت ایک لمبی مدت تک رہے گی۔ میں کہتا ہوں کہ ہمیں ایک ایسا ٹایپ بنا دیا جائے گا جس کے ذریعہ ہم کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے غیر ہندی علاقے کے لوگوں کو ملازمتوں یاد دوسرا ہاتوں میں کسی قسم کی کوئی دقت پیشی نہ ہے۔ میرے ذہن میں یہ بات پاک صفا ہے کہ مستقبل قریب

یہ ملازمتوں کے لئے ہندی کا جاننا بالکل لازمی نہ ہو۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص ہندی کا ایک لفظ بھی نہ جنے تو اسے ملازمت میں آنے کے قابل ہونا چاہیے۔ میں کہتا ہوں کہ وقت کے اس اساس اور پرداشانی کو ختم ہونا چاہیے لیکن میں انہیں ہندی سیکھنے کو ضرور کہوں گے۔ ان یعنی کل ہند سروس کا ایک انسٹریو اس میں کام کرنے جاتا ہے۔ میں اس بات پر زور دوں گا کہ تاہم میں اس کا لازمی ٹھیک رکھیا جائے۔ بل ہند سروس کے افراد کو اس جگہ کی زبان جانی چاہیے جہاں وہ کام کرنے جائیں۔ آپ کو یہ بات چہرہ پر اشہد کی نظر سے نہیں دیکھنی چاہیے۔ میں کسی ریاست پر ایک ایسی زبان ان معنوں میں سلطنت نہیں کرنا چاہتا کہ اس ریاست کو یہ خیال گزرسے کہ یہ زبان اس پرستا کر دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر اگر مدرس کی ریاست یہ کہتی ہے کہ ہمیں لازمی طور پر ہندی نہیں چاہیئے تو یہیں ان کے اسکوں میں ہندی کو لازمی نہیں کرنا چاہیئے۔ میں زور زبردستی کے احساس کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس خیال کو بھی ختم کر دینا چاہتا ہوں کہ اس کی وجہ سے انھیں ذکری یا اپنے کام میں مشکلوں کا سامنا کرتا پڑے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ باتیں رضا کارانہ طور سے اور باہمی اشتراک و تعاون کی فضائیں ہوں۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم وقتاً فوقتاً حالت کے پیش نظر اپنے میں مطابقت پیدا کریں۔ ہمیں اپناروئیہ بچپدار رکھنا چاہیے۔ میں ایسے معاملوں میں تاریخ مقرر کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ میں نے ہم کا انگریزی ایک معادن یا مزید زبان ہو گی۔ مختلعت ریاستوں کے درمیان سرکاری کاموں کے۔ لئے ہندی بتدریج زیادہ سے زیادہ استعمال ہو گی۔ انگریزی بھی ان کاموں میں استعمال ہو گی۔ کوئی ریاست مرکز سے مراصلت کرنے یا ایک دوسرے سے لکھا پڑھی کرنے میں انگریزی استعمال کر سکتی ہے۔ کوئی بھی شخص یا ریاست اپنے کام انگریزی میں کر سکتی ہے۔ اس کے لئے کوئی پابندی نہیں ہے۔ ہم انھیں اپنے کام ہندی میں کرنے کی ہمت افزائی کرتے ہیں۔ اگر وہ کر سکیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس سلسلے میں وقت کا بھی کوئی تعین نہیں کیا گیا ہے سوائے اس بات کے کہ غیر ہندی دان علاقوں کے لوگ جو اس (ہندی) کے نفاذ سے متاثر ہو سکتے ہیں۔ اس کے لئے راضی ہو جائیں۔ میں اس بات سے پوری طرح متفق ہوں۔

میں اس ایوان سے گزارش کروں گا اور خاص طور سے ہندی کے علاقوں کے ساتھیوں سے

بہوں گا کہ اگر کوئی چیز ہے جو ہندی کی تزویج و اشاعت کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی ہے تو وہ بعض اوقات ان کا ضرورت سے زیادہ جوش و جروش اور اس معاملے میں ان کا رفرید ہے جو دوسروں کو بہت کر دیتا ہے اور ایسا ہونا مجمعِ عجمی ہے

کسی دن میں نے کہا ہے کہ میں سنسکرت کو بہت پسند کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اگر کوئی چیز ہندوستان کے ماہنی کے فلسفے اور لکھر کی عظمت کی منہبر ہو سکتی ہے تو وہ سنسکرت ہے۔ آج کی ہندوستانی زبانیں یا تو سنسکرت کی براہ راست وارث ہیں یا جنوبی ہندوستان کی زبانوں کی طرح سنسکرت سے بہت قریب رہی ہیں۔ چاہے تام ہو یا تلکو یا جنوبی ہندوستان کی کوئی اور زبان ان کے فلک و فلسفہ اور لکھر کے پس منظر کا سنسکرت اور سارے ہندوستان پر اس کے انتزاعات کی وجہ سے شمالی ہندوستان کی زبانوں کے فلک و فلسفہ اور لکھر کے ساتھ گھرا رشتہ ہے۔ اگر ہم ان جڑوں کو کاٹ دیں تو یہ ہمارے بہت بُرا ہو گا۔ اس لئے میں انگریزی کی خوبیوں کا مترف ہوئے بھی اپنے عوام سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنی جڑوں کی پیوند کاری انگریزی کی جڑوں سے کر لیں۔ یہ کام ہماری جمہوریت میں نہیں کیا جا سکتا جہاں تمام بالخون کو رائے دہندگی کا حق حاصل ہے۔

اس کا اثر ہمارے ماہنی اور ہماری میراث پر پڑے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم ایک ایسے مستبد کی طرف دیکھتے ہیں جو بڑی حد تک جدیدیت اور یوگ دھرم جو کہ سائنس اور ریکنالوجی کا متراود ہے، سے ممتاز ہے۔

زبانوں کے بارے میں ہمارا رویہ بچکدار ہونا چاہیئے جس لمحے اس میں سختی اور کڑپن آگیا۔ مخفیتیں پیدا ہونے لگیں گی۔ اگر ہم بچکدار رویے کو اپنالیں تو ہم دونوں سلسلوں یعنی زبان کے مٹلے اور نئے و پرانے کے امتزاج کے بنیادی مٹلے کو کامیابی سے حل کر لیں گے۔

مشترک کام کے ساتھی

ان پہاڑی سلسلوں پر نظر دائے اور ان سے پیار کیجئے اور انھیں شمال کے عظیم پہاڑ ہمالیہ کا چھوٹا بھائی سمجھئے جو دن بڑی سختی اور معنبو طبی کے ساتھ لاکھوں برسوں سے ہندوستان کے بساں کی حیثیت سے کھڑا ہے۔ ان پہاڑیوں اور ان پہاڑوں کے بیچ ہندوستان کی ساری دھرتی آپ کی ہے۔ آپ انہڑا پر دلش کا یک گیت لگاتے یا سنتے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے لیکن اگر آپ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں تو اچھا ہے کہ صرف انہڑا پر دلش ہی نہیں بلکہ سارا ہندوستان آپ کی میراث ہے۔ آپ اور ہم سب ہندوستان کے بچے ہیں۔ ان کا اس عظیم الشان میراث میں برابر کا حصہ ہے۔

ان شکل کاموں کو سوچئے جو ہمیں درستی ہیں اور ان حرارت اور جوش پیدا کرنے والے مغلی کو دھیان میں لا یئے جو آج ہندوستان میں ہمارے سامنے ہیں۔ تمام لوگوں کو یہاں موقع ملنے چاہیں اور اس کے لئے ہر رکاوٹوں کو چاہئے یہ رکاوٹیں ذات کی پیدا کردہ ہوں یا ریاست اور زبان کو راستے میں نہ آنے دینا چاہیئے۔ ہمیں اپنے اس بڑے ملک کو یک غاذان سمجھنا چاہیئے۔ جس کے افراد کو اپس میں میل جول اور تعاون سے کام لینا چاہیئے اور ہمیں اس تصور کو عنز یزد رکھنا چاہیئے کہ پورا غاذان چھپے اس کے چیز افراد نہیں۔ ہذا آپ کو اپنے طور سے سوچنا چاہیئے کہ اس عظیم کوشش میں آپ کا کیا حصہ ہونا چاہیئے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ایکی طرح احساس ہونا چاہیئے کہ اس کا رعیتم میں آپ یک حصہ دار ہیں۔

یاد رکھئے کہ اگر آپ ہمیشہ چھوٹی چھوٹی باتیں سوچتے رہے اور معمولی معمولی جھلکوں میں اُلچے رہے اور زندگی کی چھوٹی موتی باتوں کے لئے جوش میں آتے رہے تو آپ ہمیشہ چھوٹے بنے رہیں گے۔ لیکن اگر آپ زندگی کی تمام بڑی بڑی باتوں کو سوچیں اور زندگی کے چیلنج کا طاقت اور ہمت سے مقابلہ کریں تو آپ بھی بڑے بن جائیں گے۔ آپ صرف اس حد تک بڑھیں گے اور ترقی کریں گے جس حد تک ہندوستان بڑھتا اور ترقی کرتا ہے۔ اگر آپ اس حد تک خود غرض ہیں اور یہ سچے

ہیں کہ آپ دوسروں کے کندھوں پر چڑھ کر اور دوسروں کا خیال نہ کر کے ترقی کر سکتے ہیں تو آپ کی تعلیم بالکل یہ کارہ ہوگی۔ اس لئے اس کا عظیم میں اور ہندوستان کی ان زبرد کوششوں میں آپ کو دل و جان سے لگ جانا چاہئے۔ اس سے آپ کو اپنی ترقی میں مدد ملے گی۔

اندر و فی خطرہ

ایک قوم کا اولین فرض اپنی آزادی کا تحفظ اور اس کا استحکام ہے۔ یہی وہ پیمائہ ہے جس سے تمام دوسری سرگرمیوں کو ناپا جائے گا۔ اگر ہم دوسری چیزوں، جیسے اپنے گروہ، اپنی ریاست اپنی زبان یا اپنی ذات کو زیادہ اہمیت دیں اور اپنے ملک کو بھول جائیں تو ہم تباہ ہو جائیں گے ان تمام چیزوں کا اپنا ایک مناسب مقام ہے۔ لیکن اگر ہم اپنی ریاست اپنی زبان، اپنے گروہ پر ملک سے بالآخر سمجھیں تو قوم تباہ و برباد ہو جائے گی۔

یہی یہ بات آپ کو اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اس یادداں کا وقت آگیا ہے کہ ہم کو شستہ نصف صدی میں کی جانے والی کوششوں اور قریانیوں کو بھول نہ جائیں۔ گامڈھی جی نے ہماری قوم کی تعمیر کی۔ اسے مفہومی طبقہ بنادیا اور سوراج حاصل کرنے کے لئے اہنسا کا ہتھیار دیا۔ سوراج اس لئے ملا کہ قوم میں اتحاد اور رباطت مختی۔ اگر ہم صحیح طریقے اور مل جل کر کام کریں تو مستقبل کے لئے پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ باہر سے کوئی خطرہ نہیں ہے بلکہ خطرہ ہماری اپنی گزوریوں، باہمی تباہی لانے والے چھکڑوں اور معمولی معمولی باتوں کے لئے اُبھتے ہیں ہے۔

سینکڑوں بس پہلے ہمارا ملک ایسے چھکڑوں کی وجہ سے گزور ہو گیا تھا۔ اور باہر سے لوگ اور انہوں نے اسے فتح کر لیا۔ وہی علامتیں پھر لیضن چکڑوں پر دوبارہ اُبھرتی ہوئی نظر آہی ہیں۔ لوگ اپنا ملک اور اس کی ریکتا کو بھول جاتے ہیں اور زبانوں کے سوال پڑلتے ہیں۔ ایسا وقت آگیا ہے جب ہر ہندوستانی کو اپنے گروہ میں جھانک کر دیکھنا چاہئے۔

مستقبل کے موئرخ کیا ہیں گے۔ وہ لکھیں گے ہندوستان نے ایک عظیم رہنماء گامڈھی جی کو

پیدا کیا اور انہوں نے لوگوں کو ان دیواروں کو توڑ دینے کا سبق سکھایا جو انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ کرتی ہیں۔ انہوں نے ہم کہ ہری جنہوں کی حالت بہتر بنائی جائے کیونکہ ان کی خواہش تھی کہ ہر شخص کو بلا تفریق مذہب ملت ذات یکساں حقوق حاصل ہوں اور وہ آزاد ہوں۔ ہندوستان کا ہر فرد ہماری سے لے کر کنیا کماری تک بیک آواز انہوں کا نہ ہوا اور عظیم گاندھی کی قیادت میں اپنی پیٹھ کا پکھ بوجھا مار پھینکا، آگے بڑھا اور آزادی حاصل کی۔ صدیوں کے بعد افغان پر ہندوستان کا ستارہ اُبھرا۔ دنیا کی مجلسوں میں اس کی آزادی کی سنبھال کیونکہ یہندوستان کی صحیح اور سچی آزاد تھی۔ پھر ہندوستان کے یہ لوگ جنہوں نے عزم و تہمت کا منظاہرہ کیا تھا خواب غفلت میں پڑ گئے اور آپس میں لڑنے لگے۔ بعض اوقات وہ مذہب کے نام پر جھگڑے اور بعض اوقات ذات یا زبان کے مسئلے پر لڑے۔

آپ نے دیکھا کہ آسام میں بڑا افسوس ناک اور پشاور کن سانحہ ہوا۔ اس کی وجہ سے آسام اور بنگال کی ریاستوں میں دکھ اور پرشیا نیاں پیدا ہوئیں۔ پنجاب میں جونز دیکھی ہے زبان کے نام پر عجیب و غریب باتیں ہو رہی ہیں۔ ہندی اور پنجابی، بنگالی اور آسامی کے درمیان جو جھگڑے ہو رہے ہیں وہ میری سمجھ میں نہیں آتے۔

میں فلسطینیوں میں نہیں پھیلتا چاہئے۔ ہم اپنے ملک کو تباہ ہونے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ ہم اپنی آزادی کے انمول خزانے کو اپنی فرزدقیوں کی وجہ سے اپنے ہاتھوں سے کھونا نہیں چاہتے۔ یہ سوال چند سرکاری افسروں، وزیر ویل یا وزیر اعظم کے لئے نہیں ہے۔ اس کی صفائحہ ہندوستان کے کروڑوں آدمیوں کو دینی ہو گی۔

سرکاری نوکری کا فرض

میں ہر ایک سے اپیل کروں گا کہ وہ لوگوں میں قومی اتحاد اور جذباتی ہم آہنگی کو ترقی دینے کی شوری اور سلسلہ کو شمش کرے۔

گورنمنٹ ہندو کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والے رفقاء اور سائیکلوں کے نام اپل (۱۴ جولائی ۱۹۶۱ء) سے اقتضات

ہم میں سے ہر ایک کو یہ احساس ہونا چاہیئے کہ ہندوستان اور اس کے عوام کے مستقبل کا ختم
صرف رعایتی، گواون اور اشتراک پر ہے جو نمائہ دراز سے ہمارے کلچر کی بنیاد رہا ہے۔
ہم نے دستور میں لے کر دیا ہے کہ ہندوستان ایک سیکولر ریاست ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں
ہے کہ یہاں کوئی مذہب ہی نہیں ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام مذاہب کو یکساں عزت حاصل
ہوگی اور تمام لوگوں کو یکساں مواقع حاصل ہوں گے خواہ ان کا مذہب کچھ بھی ہو۔ اس لئے ہمیں
اپنے کلچر کے اس پیلو کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیئے جو کہ آج کے ہندوستان میں بھی اہم ترین ہے۔
جو لوگ لکھنؤ ہندوستانی اور دوسرے ہندوستانی کے درمیان رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں اور جو
انتشار پسند طاقتور کو آگے بڑھاتے ہیں وہ ہندوستان یا اس کے کلچر کی کوئی خدمت نہیں کرتے۔
وہ ہمیں اپنے ملک میں محروم کرتے ہیں اور باہر کے ملکوں میں یعنیم۔ اس لئے یہ بات بہت
ہی اہم ہے کہ ہم ہندوستان کی جذباتی ہم آہنگ کے لئے کام کریں۔
یہ بات لسانی اخلافات پر صادق آتی ہے۔ یہ ہمارے لئے غریبی بات ہے کہ ہمارے طبق
میں عظیم زیانیں ہیں جن کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے۔ ہمیں سب دیانوں کی خدمت کرنی
چاہیئے اور اس زبان کو جو ہماری مادری زبان نہیں ہے غیر ملکی نہیں سمجھنا چاہیئے۔ یہ تمام زیانیں
ایک دنے سے پہل پھول رہی ہیں اور ہندوستان ہی کا گوشت پوست ہیں۔ اگر کسی کو کوئی
زخم لگ جائے تو گویا ہندوستان کو زخم لگتا ہے۔

اس لئے میں اپنی کرتا ہوں کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے عوام کی جذباتی ہم آہنگ کے لئے
شوری طور سے کوشش کرے میں چاہتا ہوں کہ یہ بات خواہ ہماری حدیثیت سرکاری ہو یا
غیر سرکاری، روزمرہ زندگی کا معمول ہے جائے تاکہ ہم اپنے خوابوں کا ہندوستان تعییر کر سکیں۔

فرقة پرسی - پس ماندگی کی نشانی

کشمیر کو ہندوستان میں ہمیشہ ایک خاص جگہ حاصل رہی ہے۔ کشمیر ہندوستان کے

ایک تقریب سے اقتیاسات جو سری نگر میں ۱۹ جولائی ۱۹۴۱ء کو کی گئی تھی۔

سرپر تاج کی طرح ہے۔ لیکن علاوہ اس کے کثیر کی اصل اہمیت یہ ہے کہ پرانی مسلم بیگ کے ددسوی نظریے کو کثیر کے لوگوں نے شروع سے ہی منظور نہیں کیا۔

لیکن قدسمی سے یہاں بھی کچھ جماعتیں ہیں جو اس بات کو نہیں مانتیں اور آپس میں پھوٹ پسلاکرنے کے لئے جھوٹی باتیں پھیلاتی ہیں۔ چاہے وہ مسلمانوں کی جماعت ہو یا ہندوؤں کی۔ انھیں یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لینی ہے کہ فرقہ پرسنی میں کثیر ہی کی نہیں بلکہ سارے ہندوستان کی تباہی ہے۔ فرقہ پرسنی پس ماڈہ ملکوں کی نشانی ہے، آج کی جدید دنیا کی نہیں۔ لوگوں کو حق ہے کہ وہ اپنے مذہب پر مضمونی سے جتنے رہیں، لیکن مذہب کو سیاست میں ملاکِ ملک کو توڑنا ایسا ہی ہے جیسا یورپ میں تین چار سو برس پہلے ہوا تھا۔

پاکستان میں ابھی تک یہ سب باتیں ہوتی ہیں اس لئے کہ وزراء بہت بھرپور اہوام لکھتے ہیں لیکن ہندوستان میں ہمیں ان باتوں سے تجھے کاراپاٹا ہے۔ قدسمی سے ہندوؤں اور مسلمانوں کی بعض جماعتیں پرانے حصہوں کو اٹھاتی ہیں۔ لیکن ہمیں ان کا سختی سے متعا بر کرنا ہے۔

ہم نے ہندوستان میں اعلان کر دیا ہے کہ ہم فرقہ پرسنی تبلیغیوں کا ہر طبقہ سے مقابلہ کریں گے۔ ہم ان سے روٹیں گے خواہ یہ مسلمانوں کی تنظیمیں ہوں یا ہندوؤں کی یا مسکھوں کی یا کسی اور کسی، کونکہ فرقہ پرسنی سے قومیت نہیں پیدا ہو سکتی۔ قوم پرسنی، ہندو قوم پرسنی یا مسلم یا اسکے قوم پرسنی نہیں ہو سکتی۔ جہاں آپ نے قومیت کے ساتھ ہندو، مسلم اور کچھ جوڑا دہ پھر ہندوستانی نہیں رہا۔ ہر شخص کو اپنے آپ سے یہ سوال پوچھنا چاہیئے۔ ہم ہندوستان کو کیا بتانا چاہتے ہیں؟ ایک ملک، ایک قوم یا بسیں ایک ایک ٹکڑوں میں ٹھاہو اہوام لک، کئی توں والارا شریکیا ہو گا؟ اس میں ذرا بھی طاقت یا مضمونی نہیں ہوگی۔ اس کو کوئی دھکا لگے کا تو وہ ٹوٹ کر گر جائے گا۔ اور ہر شخص کو اس سوال کا جواب دینا ہے۔

ہندوستان کے بھی بڑے اور نہ بڑے مسائل ہیں۔ ہم نے ایک بڑے کام کا بڑہ اٹھایا ہے اور اس میں ایک حد تک کامیابی بھی حاصل کی ہے۔ یعنی ہم کامیاب ہوں گے لیکن اس کامیابی کے لئے ہمیں محنت کرنی ہوگی جوھٹی جھوٹی باتوں کو ہموں جانا ہو گا اور اتنے بڑے ملک کے بڑے بڑے مسئللوں کو سامنے رکھنا ہو گا۔

ایک بڑا مذہب

کوئی مرد یا عورت اگر کوئی ایسا کام کرے جس سے ہماری ایکتا کو نقصان پہنچے اور وہ مجرم وہ تو یہ سندھستان کو نقصان پہنچانے کے متادف ہوگا۔ یہ بڑی برقسمیتی کی بات ہو گی اگر ہم اس بات کو بخوبی جائیں اور صوبہ پرستی، فرد پرستی اور ذات پات کے تحصیبات کے شکار ہو جائیں اور دیانت کے سوال پر جھیلکر ہیں۔ کوئی ایسی چیز جو ہمارے درمیان بھوٹ پیدا کرتی ہے تو وہ خراب ہے۔ یہ ہماری شان دار ترقی کی راہ میں روڑے الکاتی ہے جس پر ہم گامزن ہیں۔

ہمیں ایک مضبوط اور بہادر قوم کی ضرورت ہے جس میں سب لوگ مستحق ہو کر رہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ بہن بھائیوں کا سا برتاؤ کریں۔

سب سے ہم کام تو یہ ہے کہ ہم دل و دماغ کا اتحاد پیدا کریں۔ لیکن ایسی روحانی ایکتا جو قوم میں ریک نئی روح پھونک دے۔ دراصل ہمیں جذباتی یک جہتی کی ضرورت ہے ہو سکتا ہے کہ ہم مادی ترقی حاصل کر لیں، لیکن یہ ترقی بے معنی ہو گی اگر ہم مل جل کر رہنا اور کام کرنا تھیں سیکھیں گے۔

ہمارا سماج ہندوستانی سماج ہے جس میں سب لوگ شامل ہیں۔ ہندوستان میں بہت سے مذاہب ہیں۔ ہندوستان کا ہر مذہب ہمارے احترام کا مستحق ہے۔ ہزاروں برسوں سے ہماری یہ روت رہی ہے۔ ہمیں اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس سے ایک بڑا مذہب بھی ہے اور وہ ہے ہندوستان کا مذہب۔ اس مذہب کو مانتے ہوئے ہمیں اکٹھ رہنا اور آگے بڑھنا ہے۔

جب کبھی آپ کوئی کام کرنا چاہیں تو اس کا اندازہ لگانے کے لئے میں ایک پیمانہ تجویز کر دیں گا۔ لپٹے آپ سے پوچھئے کیا مختلف چیزوں کو قریب لاتا ہے یا اعیین علیحدہ کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا پیمانہ ہے جس سے آپ کو اپنے کاموں کو ناپتا ہے۔ اگر آپ کا کام لوگوں کو نزدیک لاتا ہے تو بہت مفید ہے۔ اور اگر یہ لوگوں میں بھوٹ ڈالتا ہے تو خراب ہے۔ ہندوستان میں ڈسپلن اور اتحاد سب سے پہلے ہونا چاہیئے۔

محض قدم ملا کے چلتے کا ڈسپلن ہمیں بلکہ دل و دماغ کا نظم و ضبط اور ان کا اتحاد۔

قومی یک جہتی

یہ ہندوستان کو کسی خود یا آئے دالے خطرے کے احساس کی نظر سے نہیں دیکھتا ہوں۔

یہ قومی یک جہتی کے سوال کو سب کے لئے زیک چیلنج سمجھتا ہوں، اگر کہ ہم ہندوستان میں اپنی لمبی تاریخ میں لیک انفلانی دور سے گزر رہے ہیں۔ اس میں تعجب کی بات نہیں کہ تیر کے اس دور میں چند ایسی باتیں ٹھوڑے پذیر ہوئیں جو ہمیں پسند نہیں ہیں۔ ہم اس غیظم دور سے ایسے نہیں گزر سکتے کہ ہمیں خطروں کا مقابلہ نہ کرتا پڑے یا کبھی ٹھوکر نہ لگے۔

یہ ہم چند مشکلات ماضی سے درز میں ملی ہیں۔ مگر دوسری ایسی ہیں جو ہماری ہونے والی ترقی کے نتیجے کے طور پر پیدا ہوئی ہیں۔ اس لئے میں ان سے بدل نہیں ہوں، اس طرح یہ رونما ہو رہی ہیں وہ درحقیقت اس بات کی علامت ہیں کہ ہم آگے بڑھ رہے ہیں اور ان رائیوں کا مقابلہ کر رہے ہیں جو ہماری راہ میں حائل ہیں۔

یہ بڑا سیال کیا ہیں، ہم اپنی طرح جانتے ہیں۔ موٹے طور پر وہ صوبہ پرستی، ذات پات کا بھید بھاؤ، مذہب اور زبان پرستی کے مسلسلے ہیں۔ یا ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ مختلف باتیں ہیں جو کہ ہمیں تنگ نظر بنا تھیں، کسی بھی وقت تنگ نظر ہونا پڑا ہے۔ لیکن اس وقت جبکہ تمام دنیا میں متعدد ہے کار جگہ پایا جاتا ہے تنگ نظر ہونا انتہائی مفرط ہے۔ ظاہر ہے کہ بہت حد تک یہ باتیں ہمارے راستے میں حائل ہوتی ہیں جب ہم ہندوستان کو معاشی، سماجی اور دوسرے طریقوں سے بدلنا چاہتے ہیں۔

بہت سے لوگوں کو جنہوں نے اپنی رائیں بھیجی ہیں اور قومی یک جہتی کے سلسلے کی بعض گھمیٹیوں نے جن کی نشیتیں ہو چکی ہیں، اس بات پر زور دیا کہ ہماری سماجی اور معاشی ترقی ہی ان تمام برائیوں کا علاج ہے۔ بقیادی طور پر یہ درست ہے کہ یہ ان ہی امراض کی علامتیں ہیں جن کے ہم شکار ہیں، یعنی معاشی اور سماجی پستی۔ جتنا ہم اس پستی کو دور کریں گے، اتنا ہی ان امراض پر قابو پائیں گے۔

تویی یک جنگی کا مسئلہ ایک معنوں میں زندگی کے تمام شعبوں پر حادی ہے۔ مگر سب سے نیا و
یہ تعلیم پر اثر انداز ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ فرد کو بعض سے ہی تربیت دی جائے۔ یہ بنیادی
بات ہے۔

کئی دن ہوں سے یہ ایک بی مثال اجتماع ہے۔ نہ صرف اس لئے کہ مختلف پارٹیوں اور
مختلف فکر و خیال کے نمائندے اس میں شریک ہوئے بلکہ نیادہ اس وجہ سے کہ ہمارے سامنے^۱
جو مسائل ہیں۔ ان کے متعلق بھوں کا رو یہ ایک جیسا ہے۔ ہم نے دیکھ لیا کہ کس طرح اختلافات
کے باوجود ہم مشترک مقصد کے لئے مل کر کام کر سکتے ہیں۔

خاص طور سے اس بات میں ذرہ بھر بھی شبہ نہیں کہ سیاسی یا کسی طرح سے ہندوستانی
جمهوریہ مصبوط بنیادوں پر قائم ہے اور ہمیں یہ نہیں سمجھتا چاہئے کہ جو غلط رجحانات ہمیں نظر
آتے ہیں وہ کسی طرح نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اپنی ناکامیوں، ہمدردیوں اور مشکلوں کے باوجود
ہندوستان ایک مستحکم ملک ہے جو برابر آگے بڑھ رہا ہے جس کا مقابلہ کسی دوسرے ملک سے
بڑی اچھی طرح کیا جاسکتا ہے۔

یعنی اس کے ساتھ ہی ہمارے سامنے جو ملے ہیں وہ بڑے سخت اور کھنڈ ملے ہیں۔

مجھے اس میں شک نہیں ہے کہ لوگوں میں ان کو حل کرنے کی ملاحت ہنیں ہے۔ وہ انہیں ایک تمہیں
بلکہ رفتہ رفتہ حل کر لیں گے۔ اس کے لئے ایک فتنی مزاج کی ضرورت ہے۔ ان ہم مسائل کو منطقی
لور سے مناسب ڈھنگ سے یا پر اعتماد ہو کر حل کرنا ہے گس پر بھروسہ کیا جائے؟
اپنے آپ پر اپنے لوگوں پر، اور مل جل کر کام کرنے کی اپنی ملاحت پر اور ساتھ مل کر بڑے بڑے
مسئلوں کو حل کرنے پر بھروسہ کرنا چاہئے

اس لئے یہ کافرنس لازمی لور پر ہم سب کے لئے یقین داعمداد کا درجہ رکھتی ہے۔

جو فیصلے ہم نے کئے ہیں ان کے پس پر وہ اسی اعتقاد کا انہمار ہے جو ہندوستان پر ہے، اس
کے عوام پر ہے اور خود اپنے آپ پر ہے۔

ہماری نئی یا ترا

ہم میاں ملک کے دُور دراز حصوں سے اپنے ملک کے بارے میں ایک دوسرے سے ملاج
مشورہ کرنے اور اس کے مستقبل کے بارے میں سوچنے کے لئے آئے ہیں۔ ہم مدوارائے کے تردد استھان
میں اپنی تردد یا ترا پر آئے ہیں۔ اس نئی یا ترا کا تعلق ان ہزاروں لاکھوں لوگوں کے مستقبل سے ہے جو
ہمارے اس مہان دیش میں رہتے ہیں۔

ہندوستان صدیوں سے تردد استھانوں کا ملک رہا ہے۔ سارے ملک میں آپ کو پڑا فی
متبرک جگہیں میں گی۔ ہمالیہ کی بڑی پوش بندیوں میں بدری تاریخ اور کدار غافلہ سے لے کر دکن میں
گینی کھاری تک ایسی جگہیں میں گی اور زمانہ دراز سے لوگ اتر سے دکن اور دکن سے اتر تردد یا ترا
کے لئے جاتے اور ایک دوسرے سے طبقہ جلتے رہتے ہیں۔ کیونکہ جب سے ہندوستان کی تاریخ شروع
ہوتی ہے میاں کے لوگوں نے اپنے آپ کو ایک سمجھا ہے کیونکہ ان کا تعلق اس مہان دیش سے تھا۔

وہ کون سی گشش بھی جس نے ہمارے خواہ کو اتر سے دکن اور دکن سے اتر تردد یا ترا کے لئے
کیفیت کر لے گئی۔ وہ کون سامشڑک خیال تھا جس کی وجہ سے انہوں نے ملک کے ایک علاقے سے دوسرے
علاقے کا سفر کیا۔ وہ جذبہ یہ تھا کہ ہمارا یہ ایک ہے، ہماری ہمذیب یہ ایک ہے اور اسی جذبے نے
ہمیں یا نہ رکھا۔ ایک مشڑک جذبہ اور ایک مشڑک خیال ہم میں نیکڑ دن اور ہو سکتا ہے ہزاروں
سال پہلے پیدا ہوا۔ ہماری پرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ بھارت کا دیش وہ ملک ہے جو اتر میں ہمالیہ سے
لے کر دکنی سمندروں تک پھیلا ہوا ہے۔

ایک عظیم ملک کی حیثیت سے بھارت کا یہ تصور جسے لوگ مقدس ملک سمجھتے ہیں صدیوں سے
موجود رہا ہے اور ہمیں ایک رشتے میں یا نہ رکھا ہے، حالانکہ اس ملک میں مختلف سلطنتیں قائم ہوئیں
اور چاہے ہم مختلف زبانیں بولتے رہے ہوں یہ رسمی دھانگا اب بھی ہمیں کوئی طریقوں سے یا نہ رکھا
ہوئے ہے۔

ان ہزاروں برسوں میں یہ ملک ہمارے دماغوں میں، ہمارے دلوں میں اور ہماری روحانی میراث میں ہمارا رہا ہے۔ میں جو کہ اتر سے آیا ہوں۔ یہاں کوئی اجنبیت محسوس نہیں کرتا کیونکہ یہ جگہ میرے ملک کا ہی ایک حصہ ہے اور میں اپنے دوستوں، اپنے ساتھیوں اور ایسے لوگوں کے درمیان ہوں جن کے بھی می خیالات، تصورات اور جذبات ہیں جو میرے ہیں۔ اسی طرح ملک کا اتری حصہ صرف ان لوگوں کا نہیں ہے جو وہاں رہتے ہیں بلکہ یہ آپ کا بھی ہے۔ حالانکہ آپ ملک کے جنوبی حصے میں ہیں ہمارا بھی آپ کا بھی آنسا ہے جتنا میرا ہے جس طرح کیا ہماری اور مدد رائے پر میرا بھی اتنی حق ہے جتنا آپ کا ہے۔ یہ ملک ہماری مشترکہ میراث ہے جہاں ہم پیدا ہوئے ہیں اور جس کی ہم خدمت کرنے چاہتے ہیں۔

صدیوں سے جزرا فیہ نے ہمیں ایک عظیم الشان ملک اور تاریخ اور ہماری مشترکہ تہذیب نے ہمیں ایک ملک بنائے رکھا ہے۔ ہماری مشترکہ امید، ڈر اور خوف اور جیت اور نارنہ ہمیں ایک بنادیا ہے۔ یہ ماضی کی پانیں تھیں۔ موجودہ زمانے میں ہم اپنی مشترکہ محنت و مشقت، مشترکہ قربانیوں اور مشترکہ جدوجہد کے ذریعے ہندوستان کی آزادی حاصل کی۔

آج جبکہ ہم کسے کم سیاسی طور سے متعلق ہیں اور ایک آزاد ملک میں کس طرح اس بات کی اجازت دے سکتے ہیں کہ اس اتحاد کو پارہ کرو یا عینے جو ہم نے ورنہ میں پایا ہے اور اس آزادی میں خلل پیدا ہو جائے چن کے حصول کے لئے ہم نے جدوجہد کی تھی۔ مانعی اور ہمال نے ہمیں ایک مشترک میدان ہتھیا کیا ہے، اس نے ہمارا مستقبل ہمی مشترک ہونا چاہیئے۔ وہ مستقبل جس کے حصول میں ہم لگے ہوئے ہیں، وہ مستقبل جو ہمارے ملک کے لاکھوں آدمیوں اور ان کی بھلائی کا مستقبل ہے۔ چاہے ہم جس علاقے میں رہتے ہوں اس کے لئے مقصد کے اتحاد، مشترکہ کو کششو اور قربانیوں کی مزدوری ہے۔

ہندوستان میں بہت سی ریاستیں ہیں میکنی یا تقسیم کی اختلاف کی منظر نہیں بلکہ ایک مشترکہ مقصد میں معین اور مددگار ہونے کے لئے انتظامی خاکہ سے کی گئی ہے۔ ان ریاستوں کی وجہ سے ہمیں الگ الگ نہیں ہونا چاہیئے۔ اسی طرح ہندوستان میں جو بہت سی زبانیں ہیں انھیں بھی تعریف کا یا عث نہیں ہونا چاہیئے۔ آپ کے یہاں تامل زبان بولی جاتی

ہے بوسنگر تھی کی طرح ایک قدیم زبان ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کی یہ زبان پچھلے پھولے اور ترقی نگر سے بلاشبہ شمال کے لوگوں کو جنوب کی زیادہ سے زیادہ زبانی چاہیں۔ کسی زبان کو دلوں کو الگ کرنے کا ذریعہ نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اسے ہمیں ایک دوسرے کے قریب لانا چاہیئے۔ اور ہندوستان کی ہر زبان آپس کے رابطے اور خیالات کے لین دین کے ذریعے دوسری زبان کو ترقی کرنے میں مدد ملے سکتی ہے۔ زبانیں دلوں کو ملائی ہیں، الگ الگ نہیں کرتیں۔ اس طرح ہندوستان بہت سے مذہبوں والا ملک ہے اور ماہنی میں مذہب تفرقة پیدا کرنے والا عنصر نہیں تو آج پھر یہ ایسا یکوں ہونے لگا۔

گزشتہ چند برسوں میں دنیا میں بڑی بڑی تبدیلیاں ہیں ہیں اور آج ساری دنیا ایکتا اور اتحاد کی تلاش میں ہے۔ عالمی حکومت یا ایک عالمی وفاق کا تصور اس اتحاد کے جذبے کا منہر ہے کیونکہ آج دنیا سمٹ گئی ہے۔ آپ ہوائی جہاز کے ذریعے ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر بڑی تیزی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ کچھ لوگوں نے اس دنیا سے باہر اور اس سے پرے خلاء کا بھی سفر کیا ہے۔ اس لئے آج دنیا پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ اتحاد اور امن کی بھوکی ہے۔ اور مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک متحداً یک جہت اور سخت محنت کے لئے تیار ہندوستان قیامِ امن اور دنیا کی بہت سی دوسری اچھی چیزیں جن کے حصول میں ہم لگے ہوئے ہیں کوپانے میں زبردست مدد ملے سکتا ہے۔

قومی زندگی میں ایک نیا باب

ہندوستان پر ہمیں محلے نے قومی زندگی میں ایک نیا باب شروع کر دیا ہے۔ یہ ہماری تاریخ میں ایک ہماری کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک باب ختم ہو گیا ہے اور ہماری قومی زندگی میں ایک نیا باب شروع ہوا ہے۔ مورخوں کے لکھنے سے پہلے ہمیں اس باب کو اپنے کام اپنی ہمت اور ۱۔ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو دنیوی درستی یونیون کے افتتاح کے موقع پر تعریر۔

بہادری سے لکھنا ہے۔

اپنی جوانی میں ہم نے آزادی کی لڑائی لڑی۔ ہزاروں ہندوستانی اس لڑائی میں شرکیک تھے۔ آپ میں سے بہنوں کو شاید اس کا تجربہ نہ ہوا ہو کہ اپنی آزادی کے لئے لڑنا کیا معنی رکھتا ہے۔ یہ ایک انوکھا تجربہ تھا جو ہمیشہ کے لئے ہمارے ذہن دو ماٹ پر مرسم ہو گیا ہے۔ قوم کا مقام ہمارے لئے سب سے بالاتر تھا اور ایک ہاشمی کے بیٹے جو شش اور جذبے کی طرح ہم نے اس کی خدمت کی اور یہ بالکل نہ سوچا کہ ہم پر کیا گزر تھا ہے۔ ایسا تجربہ ایک قوم کے لئے اچھا ہے، حالانکہ یہ ہنگاموں اور مصیبتوں کا دور تھا۔

آج پھر ہمارے سامنے بہت سے مسائل ہیں۔ ان میں سے بعض مشق مسئلے ہیں۔ ہم ان کو حل کریں گے۔ لیکن مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم میں کسی چیز کی کمی ہے۔ ہم فرمودے پستی، ذات پات کے بھید بھاؤ اور صوبہ پرستی کے لحاظ سے زیادہ سوچتے ہیں۔ یہ چیز میں ہمیں نہ زور اور ہم میں بھوٹ پیدا کر دیتی ہیں۔ ہمیں ان بُرائیوں سے چھپکا را پاتا چاہیئے۔ ہمیں اپنے ذہنوں میں و سعدت پیدا کرنی چاہیئے اور ہمیشہ اپنے کو ایک متحد قوم سمجھنا چاہیئے۔

گاندھی جی نے آزادی کی جدوجہد کے دوران میں اس قوم کوئی طاقت اور قوانینی بخشی مھتی۔ جس طریقے سے انہوں نے ہمارے ٹروڑوں آدمیوں کی کایا پلٹ کی وہ ایک مجرم سے کم نہ تھا۔ میں کچھ اس طرح کے تجربے کی فرورت محسوس کرتا ہوں جو پوری قوم کو ایک نئے سا پنج میں ڈھال دے اور اس میں ایک نیا عزم اور ارادہ بھر دے۔

ہمیں اپنی آزادی کو بے قرار اور محفوظ رکھنے کے لئے قیمت ادا کرنی ہو گی۔ یہ نہ سوچئے کہ آزادی ایک بار مل گئی اور پھر یہ ہمیشہ باقی رہے گی۔ ہمیں اس کو یا قریب رکھنے کے لئے ہمیشہ قیمت چکاتے رہنا ہو گا۔ تھوڑی سی پے تو ہی یا پس پر دائی ہماری آزادی کے لئے خطرہ بن سکتی ہے۔ تاریخ میں بار بار ایسا ہو چکا ہے۔

چین کی یہ حرکت ہندوستان پر حلقے سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ بعض لحاظ سے یہ حملہ بدی ہوئی شکل میں ایک رحمت بھی ہو سکتا ہے۔ اس نے ہمارے عوام کو نیت سے جھنجھوڑ کر

جگادیا ہے اور اہمیں حقائق کے رو برو لا گھڑا کیا ہے ۔ ہم اس دقت مفبوضین سکتے ہیں جب ہم ایک قوم کی عیتیت سے متحد ہوں اور ایک بڑے مقصود کے لئے مل کر کام کریں ۔ اس لئے ہیں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس تجربے سے کچھ فائزہ حاصل ہو سکتا ہے ۔

یقیناً ہم سب لوگوں کے لئے یہ آزمائش کا وقت ہے ۔ ہر شخص کو سخت محنت کرنی ہو گی اور زیادہ پیدا کرنا ہو گا تاکہ قوم کو مفبوض بنایا جاسکے ۔ ہمیں کھیتوں اور کارخانوں یا جہاں کیسی بھی ہم کام کرتے ہوں، کی پیداوار بڑھانے کے لئے پوری پوری کوشش کرنی ہو گی ۔ تب ہی ہم اس بڑے کام میں کامیاب ہو سکتے ہیں جو ہمارے سامنے ہے ۔

ہمیں اپنے عزم میں ثابت قدم ہونا چاہئے اور اپنی زمین کی ایک اپنی کی حفاظت کے لئے اپنے ارادوں کو آسنسی بنالینا چاہئے ۔ کوئی قوم اپنے وقار اور عزت پر حملے کو بدداشت نہیں کر سکتی ۔ ہم ایک آزاد قوم ہیں اور اپنی آزادی میں ثابت قدم اور سینہ تان کر گھڑ سے ہیں ۔ اس آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے ہم میں ہر ایک کو اس کی قیمت ادا کرنی ہو گی ۔

شاید یہ چیلنج ہمارے سامنے اس لئے رہا ہے کہ ہم اپنے نرم اور سست طریقوں کو چھوڑ دیں جس میں ہم گرفتار رہتے ۔ اور ہم مفبوض اور چوکے ہو جائیں ۔

اس چیتیاً وُنی سے ہمیں پہلی بات یہ سیکھنی ہے کہ ہم ان تمام رجحانات کو ختم کر دیں جو ہم میں عجوب ڈالتے ہیں ۔ اندر ونی پھوٹ یا چھوڑے چاہے وہ ایک علاقے یا دوسرا علاقے یا ایک زبان اور دوسری زبان کے یعنی میں ہوں، کی آج کے حالات میں کوئی جگہ نہیں ہے ۔ قوی کراؤں کا تعاضا ہے کہ ہم ایسی باتوں کو ایک مرف چھوڑ دیں اور ان بڑے اور ہم مسائل کے بارے میں سوچیں جو ہمارے سامنے ہیں ۔

اس لئے میں ہندوستان کے بنیادی اور ضروری اتحاد پر سب سے زیادہ زور دیتا ہوں ۔ ہمیں قوم کی ترقی کے لئے کام کرنا چاہئے اور اس کے اتحاد کو برقرار رکھنا چاہئے ۔ ایک بارہ قوت اور اتحاد کا جذبہ پیدا ہو جائے تو ہمارا کام پورا ہونا بڑا آسان ہو جائے گا ۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ محسوس کریں گے ہماری خواہش گے بغیر اس ملک پر یہ رہائی

تھوپ دی گئی ہے۔ جو بنیادی سائل اس میں اُبھر گئے ہیں ہم ان کو ذہن میں رکھیں گے۔ ہزاروں
برسوں سے اس ملک نے ہم کو وہ بنایا جو ہم آج ہیں۔ ہم اپنے اس ملک سے پیار کرتے ہیں۔
ہمیں لفظیں ہے کہ اس ملک کے پاس ایک پیغام ہے جو ہر دن ہمارے لئے نہیں ہے بلکہ ساری دنیا
کے لئے ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ ہزاروں سال کی تاریخ ہماری طرف نظر ان ہے کہ ہم کیا کرنے
جاری ہے ہیں۔ ہماری طاقت اور عظمت کی آزمائش ہے۔ ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ ہمارے پاس
ہمت ہے اور ہم اس ملک سے پیار کرتے ہیں اور اس کے ناموس کی حفاظت کے لئے سب کچھ
کر گزرنے کے لئے تیار ہیں۔

مفہوم اور پروقار

میں نے اس ایوان کے سامنے ایک مباریزہ ولیوشن پیش کیا ہے اور یہاں جو تقریبیں
ہوئی ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس ریز ولیوشن کو ایوان کی پوری تائید حاصل ہے
اور یہ جو کاتوں منذر کر لیا جائے گا۔ میں نے تقریباً یہ محسوس کیا ہے کہ اس ریز ولیوشن میں
ایک چھوٹے سے پیراگراف کا افناہ کر دینا موروز ہوتا جس میں چینی حکومت کا شکریہ ادا کیا
گیا ہوتا کہ انہوں نے ہمارے خلاف یہ اقدام کر کے ہندوستان کے چھرے سے یک بیک پر وہ ہٹا
دیا۔ گزشتہ تین ہفتوں یا اس سے دریا دہ مدت میں ہم نے ہندوستان کے ایک مفہوم اور
پروقار پھرے کی جھلک دیکھی ہے جو مفہوم ہونے کے باوجود پُرسکون اور باعزم ہے۔ وہ قلمیم
چڑہ بالکل جوان اور بخش وجدیے سے بھر بور ہے۔ اس ایوان نے ہندوستان یا بھارت مان کے
ان لاکھوں چڑوں کو دیکھا ہے جو اس کی تمائندگی کرتے ہیں۔

یہ ایک ایسا تحریر ہے جس سے ہم سمجھوں کو گزرنا چاہیئے اور ہمارے لئے یہ بڑے فرا اور
اعراض کی بات ہے کہ ہم نے ان جنبات اور تجربات میں حصہ لیا ہے۔ ۲۰ سدھہ چاہے جو کچھ بھی
چینی جاہیت سے متعلق ایک ریز ولیوشن پر لوگ سمجھا یہ ایک مباریت کے دریان کی گئی تقریبی سے اقتباست

سو، میں نہیں سمجھتا کہ ہم اس طاقت در جذبائی اتحل پھل کو بھول جائیں گے جس سے ہندستان گزرا ہے اور جس میں ہم سب بھی شریک رہے ہیں۔ چاہے ہمارا کسی پارٹی یا گروپ سے تعین رہا ہو۔ کوئی بھی شخص جوان پاتوں پر غور کرے گا وہ محسوس کرے گا، اور مجھے امید ہے کہ دوسرے مالک اور خاص طور سے چینی حکومت یہ محسوس کرے گی کہ اس کی کیا اہمیت ہے۔ یہ بات مجھے بالکل صاف نظر آتی ہے کہ کوئی بھی ملک جو انتشار کے لیے وقت میں اس طرح کے جذبات کا اٹھارہ کرتا ہے وہ کبھی بھی دبایا یا ہرایا جا سکتا ہے؛ دراصل مغرب کے بہت سے ملک اور مجھے امید ہے کہ منظہ کے بہت سے مالک بھی آج اس بات کو محسوس کرتے ہیں۔ انھیں حیرت ہے کہ ہمارے جذبات و احساسات میں ایسا حیرت انگریز اتحل پھل آیا اور ہمارے تمام چھوٹے موٹے اخلاقیات بوجیں بہت بڑے نظر آتے تھے، یک بیک بالکل غیر اہم ہو گئے۔ اور ہمارے سامنے جو ایک مسئلہ آیا اس نے ان کو بالکل انگ تھلک کر دیا۔ اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اس بھرائی، ہنگامی حالات اور اس حملے کا مقابلہ کیسے کیا جائے اور حملہ اور دل کو کس طرح پسپا کیا جائے۔

سرکاری زبان

پہلے جو کچھ ہو چکا ہے یہ بل اس سلسلے کی ریک کردی ہے۔ اس بیان کا مقصد اس پابندی کو ختم کرنا ہے جو دستور میں ۱۹۴۵ء کے بعد انگریزی کے استعمال پر لگائی گئی ہے۔

یہی نے ریک گزشتہ موقع پر یہ لیتیں دہانی کوئی تھی کہ غیر ہندی دان لوگوں کی منظوری کے بغیر انگریزی کے استعمال کے سلسلے میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں لائی جائے گی۔ یہ صرف میرا قطعہ نظر نہیں تھا بلکہ اس ایوان کی بھی یہی رائے تھی۔ یہ لیتیں دہانی عام طور سے اس ایوان کی منظوری کے بعد کوئی تھی اور ہمیں اپنے وعدوں کا پورا پورا خیال ہے ہم نے اس وقت جو کچھ ہماقہ اس میں ذرہ بھر بھی تبدیلی نہیں کی گئی ہے۔ اس سے قطع نظر ملک میں ایسے حالات ہیں جو لازمی ہو سے اس سمت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

سوال صرف اس پابندی کو ختم کرنے کا ہے جس کی وجہ سے ایک خاص تاریخ کے بعد انگریزی استعمال نہ کی جا سکتی تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ انگریزی اس کے بعد بھی استعمال کی جا قریب ہے گی۔ یہیں اس مسئلے پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا پڑا ہے۔

انگریزی ایک بہت ہی اہم زبان ہے اور اس بات کا امکان ہے کہ انگریزی کسی نہ کسی شکل میں ہندوستان میں بہت دنوں تک باقی رہے گی۔ انگریزی کا صرف وجود ہی ہماری اپنی زبان کو طاقت و توانائی بخشتے کا ذریعہ ثابت ہو گا۔

تاہم بہت دنوں سے مجھے اس بات کا یقین ہے کہ ہندوستان میں اصلی بیداری اور حکومت میں جاگرتی انگریزی زبان کے ذریعے نہیں آ سکتی۔ بہت سے مہر زمہران کو وہ نمایاں فرق یاد ہو گا۔ جب ہم نے عوامی اور محلی پیدا کرنے والے کاموں کے سلسلے میں عوام سے رابطہ قائم کرنے کی غرض سے فرائک، کوٹ، ہمیٹ اور انگریزی زبان کو خیر پا دکھہ دیا تھا۔ ایسی زبانوں کے ذریعے ہی جن کی چڑیں عوام کے دلوں اور دماغوں میں گھری ہوں کوئی ملک اپنی انفرادیت برقرار رکھ سکتا ہے ابھیں ذہنی اور عقلی طور پر ترقی دے سکتا ہے۔

ہماری زبانیں پرانی اور بڑی عمدہ ہیں۔ دیادہ تر زبانیں کسی بھی نقطہ نظر سے عظیم زبانیں ہیں۔ ان میں بڑی مہاں کتابیں لکھی گئی ہیں جن کا عوام کے ذہنوں پر بڑا اثر ہے۔ شمالی ہندوستان کی تمام زبانیں سنسکرت سے نکلی ہیں۔ جہاں تک تامل کا تعلق ہے تو وہ سنسکرت جتنی ہی پرانی ہے۔ دوسری زبانوں پر بھی سنسکرت کا اثر پڑا ہے سنسکرت نے موٹے طور سے ہندوستان کے پورے فلک و فلسفہ، تمدنیں اور رہایات کی نمائندگی کی ہے۔ یہ ہماری موجودہ زبانوں کو بنیاد اور نیو ہیسا کرتی ہے۔ یہ ابھیں مبسوط بناتی اور گیرافتی عطا کرتی ہے۔ یہیں اس بات کو ایک قسم سرمایہ سمجھنا چاہیئے۔ دستور بنانے والوں نے ۳۱ یا ۴۰ ازبانوں کو قومی زبان بنانے کا عقلمندی کا ثبوت دیا ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے ایک زبان کی دوسرے کے مقابلے میں زیادہ قومی زبان ہے۔ بنگلہ یا تامل یا کوئی اور علاقائی زبان اس حد تک قومی زبان ہے جس حد تک ہندی ہے۔ یہیں کسی زبان کو دیانتی کوشش نہیں کرنی پڑا ہے۔ اور جہاں تک ممکن ہو کسی شخص کو

کوئی خاص زبان پڑھنے پر مجبور نہ کرتا چاہیئے۔ جہاں کہیں بھی کسی عوامی زبان کو دبانے یا لوگوں کو
کوئی دوسری زبان پڑھنے پر مجبور کرنے کی کوشش کی گئی ہے جھکڑے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔
ہماری تمام ہندوستانی زبانوں نے گزشتہ پندرہ برسوں میں ترقی کی ہے۔ ہماری تمام
زبانیں آج زندہ اور متحرک ہیں۔ حالانکہ ہندوستان میں بہت سی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ لیکن
ان کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ ہم نبتاً آسانی کے ساتھ ایک زبان چھوڑ کر دوسری زبان اختیا
کر سکتے ہیں۔ اور ہمیں ایسا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ہم نے سہ سانی فارمولہ کی سفارش
کی ہے۔ لوگوں کی بہت بڑی تعداد کو انگریزی سے قطع نظر اپنی مادری زبان کے علاوہ کوئی دوسری
ہندوستانی زبان جانی چاہیئے۔ جیسے جیسے آپس میں سمجھ داری بڑھے گی تو یہیں ایک دوسرے
کے نزدیک آئیں گی ادا آج ہندوستانی زبانوں کے درمیان جو خلیج حائل ہے وہ کم سو قی جائے گی
لازمی ملو سے ان زبانوں کو اپنے علاقے میں پرداں چڑھنا چاہیئے۔

سائنس اور سینکتا بوجی کی اعلیٰ تعلیم کے لئے میں انگریزی کے استعمال کے حق میں پوری
طرح سے ہوں۔ اس کے باوجود اگر ہمیں سائنسی معلومات کو اسکوں میں عام کرنا ہے تو ہمیں
ویسیح پیا نے پر اس کی تعلیم قومی زبانوں کے ذریعے سے دینی ہوگی۔ ہمیں تو ہم لوگوں کی سمجھ داری
اور سائنسی بانوں کی قدر شناسی کی صلاحیت کو محدود کر دیں گی پھر یہ باتیں ہمیں پھیل
سکیں گی۔

ہمیں اس مسئلے کو اس نظر سے ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ یہ ہندی اور انگریزی کا مقابلہ ہے،
یہ فلسطنی نظر ہے۔ ہمیں ہر زبان کو اس کے مناسب موقع اور محل کے خاطر سے استعمال کرنا
چاہیئے۔ جو قومی زبان کا حلقة ہے وہاں مرتفع قومی زبان استعمال ہوگی۔ اس سلسلے میں ہم
انگریزی کی باتیں ہمیں کر سکتے ہیں بہت سے دوسرے معاملوں میں انگریزی کا ذکر کر سکتے ہیں۔
اس لئے ہمیں اپنی علاقائی زبانوں کو ترقی دینی ہے۔ مجھے اس میں کوئی شک ہمیں
ہے کہ ہم تعلیم اور انتظام وغیرہ کا زیادہ سے زیادہ کام علاقائی زبانوں میں کریں گے۔ زبانوں
کے خاطر سے ہندوستان کی ترقی زبانوں کے میل جوں کے ذریعہ ممکن ہوگی۔ ان کے اپنے کے

مجھر کے سے نہیں۔ وہ ایک دوسرے کے کافی نزدیک ہیں اور ان کے پیچے جو خیالات ہیں
وہ بڑی حد تک ایک ہی ہیں۔

اصل مشعل دوسرے مرحلے میں پیدا ہوئی ہے۔ ان علاقائی زبانوں میں کون سا مشترک
تعلق یا ذریعہ ہو، اب تک انگریزی نے اس ذریعے کا کام دیا ہے۔ اصل میں یہ مرف ایک واصلہ
یا ذریعہ ہی نہیں رہی ہے بلکہ اسی علاقے کے اندر بھی کام وہاں کی علاقائی زبان میں نہیں کئے جاتے
تھے انگریزی میں کئے جاتے تھے۔ ہمارے ذہنوں پر انگریزی حاوی ہو گئی تھی اور بہت حد تک یہ
مورت اب بھی باقی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انگریزی کی جانکاری کے سلسلے میں کچھ
حد تک منقاد پستی پیدا ہو گئی ہے جو ہمیں ان لوگوں سے خوب نہ کو عملی کردیتی ہے جو انگریزی نہیں
جانتے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ آزادی سے پہلے ذات پات کے اس دلیش میں ایک کڑ ذات
ان لوگوں کی پیدا ہو گئی تھی جو انگریزی جانتے، انگریزی لباس پہنتے اور انگریزی طرزِ حماست
کو اختیار کئے ہوئے تھے۔ اس نے ہمارے اور عوام کے درمیان ایک اپنی دیوارِ محکم کر دی
تھی۔ ہمیں اس دیوار کو گرا نہ ہو گا۔

ہمارے دستور میں انگریزی کو مرکز اور ریاستوں میں مراحلت اور سرکاری مقام در
کے لئے استعمال کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے، میں انگریزی کو یہاں
کئی مقاصد کے لئے باقی رکھنا چاہتا ہوں۔ مثال کے لئے پرنسپل فلسفیوں، ادیبوں اور مصنفوں
کے درمیان ایک واصلے کا کام دے سکتی ہے لیکن ہندوستان کے لوگوں میں ربط و تعلق قائم
رکھنے والی عام زبان انگریزی نہیں ہو سکتی۔ ایسی کوئی زبان ایک ہندوستانی زبان ہی ہو سکتی ہے
اور تمام ہندوستانی زبانوں میں ہندی کوئی یہ حیثیت دینا ممکن العمل ہے۔ اس (ہندی) کے لئے میں
مرفت ہی دعویٰ کرتا رہتا ہوں۔

نی احوال اگر تمام انتظامی کام ہندی میں کئے جائیں تو ہی اس سے ہمارے مقاصد اچھی طرح پورے
نہ ہوں گے۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ حکومت نے ہندی کو ترقی کرنے اور بڑھنے میں مدد نہیں دی ہے
یا اس کی کافی تہمت افرادی نہیں کی ہے۔ اس کی وجہ یہ اس سے ہمیں زیادہ گہری ہیں۔

پکھوگ ایسا سمجھتے ہیں کہ ایک زبان کسی جادو کے زور سے بڑھ کتی یا پھیلائی جاسکتی ہے اس کا کمیں نیادہ گہرا پہلو ہے۔ خاص طور سے جب زبان کے ایک گروپ سے تعلق رکھنے والوں والے دوسری زبان کے گروپ سے تعلق رکھنے والوں میں آدمی نش ہو۔ اس لئے ہیں بڑی اختیاط سے قدم بڑھانا ہے۔

بنیادی طور سے عام و اصطلاح کی زبان ہندی کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ لیکن محض دستور میں لکھ دینے سے تو اس کی یہ حیثیت نہیں ہو جائے گی۔ اسے ترقی کر کے اپنی یہ حیثیت اختیار کرنی ہو گی۔ بہت سے وجہ کی بناء پر وہ آج اس قابل نہیں ہے لیکن بڑی تیزی کے ساتھ اس لائن بن رہی ہے۔ ہمیں اس ارتقائی عمل کی محنت افزائی کرنی چاہئے۔

لیکن یہ ارتقائی عمل یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنا نک انگریزی کی بجائے ہندی استعمال کرنا لگیں اور ایک تاریخ مقرر کر دیں کہ فلاں تاریخ سے انگریزی ختم ہو گئی اور اب ہندی استعمال کی جائے گی۔ اس عمل کو بتدریج ارتقائی عمل ہونا چاہئے۔ بتدریج گے اس بتدریج عمل میں تاریخوں کی بڑی ممولی محبت رہ جاتی ہے، سو اس کے ک وقت فوت تا سورت حال کا جائزہ لیا جائے اور دیکھا جائے کہ ہم صحیح خطوط پر بجا رہے ہیں یا نہیں۔

اس نقطہ نظر سے یہ بالکل لازم ہے کہ قطع نظر اس یقین دہانی کے جو میں نے کی ہے، انگریزی ریک معاون یا مزید زبان کی حیثیت سے باقی رہے۔ آپ جو نام چھی اسے دیں، دروازہ کھلا ہے کہ اس کو استعمال کیا جائے گا۔ حقیقت حال تو یہ ہے کہ ملک میں ایسے حالات موجود ہیں جو ہمیں اسے استعمال کرنے پر مجبور کریں گے۔ اگر ہم اس کے استعمال کو دیلنے کی کوشش کریں گے تو یقیناً ہم نہ صرف ایک خلام پیدا کر دیں گے بلکہ بہت سی سمتوں میں اپنی ترقی کو بھی روک دیں گے جو فی الحال صرف ہندی پر انحصار کر کے حاصل نہیں کی جاسکتی۔

ہمارا مقصد یہ ہوتا چاہیئے کہ ہم ہندی کو صفت علاقہ زبان کی حیثیت سے نہیں بلکہ را بطور و اصطلاح کی یک عام زبان کی حیثیت سے ترقی دیں اور انگریزی کو یہ مقصد پورا کرنے کے لئے باقی رکھیں تاکہ کوئی خلاء نہ پیدا ہو۔ اور رفتہ رفتہ مسلسل خود بخود حل ہو جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ

، ہمیں انگریزی سے نہیں جو بڑی کارہ مذیان ہے بلکہ انگریزی سے مروع ہوتے والی ذہنیت سے
چھٹکا رہتا چاہئے۔

وزیر داخلہ نے ہمہ یا الجد میں کہہ سکتے ہیں کہ دس سال کی مدت گزر جانے کے بعد پورٹ
پیش کرنے کے لئے جو ہمیٹی قائم ہوگی اس کی رپورٹ تمام ریاستی حکومتوں کو ان کی رائے معلوم کرنے کوئے
بھی جائے گی۔ اس لئے ایسی کسی تجویز پر جلدی جلدی عمل کرنے کا سوال ہی نہیں ہے۔ دوسروں کو اس
پر جراً عائد کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیونکہ یہ کوشش ناکام ہوگی۔ جتنا زیادہ زور زبردستی
سے آپ کام لیں گے آپ کے لئے اتنی ہی زیادہ رکاوٹیں اور دفیتیں پیدا ہوں گی۔ اس قسم کے مئے
سے بڑی حد تک رضا مندی اور اپس کے صلاح مشورے سے پہنچا سکتا ہے۔ میں اس قسم کے
تمام شکوک و شبہات کو ختم کر دینا چاہتا ہوں کہ پارلیمنٹ یا کمیں اور جگہ اکثریت حاصل ہونے کی
 وجہ سے ہم ایسی تبدیلیاں کر دیں گی جو غیر ہندی دان لوگوں کو منظور نہ ہوں گی۔ ایسا نہیں کیا جا
سکتا کیونکہ میری یقین دنافی سے قطعہ نظر اس کی وجہ سے ایسے مسائل اور ایسی مشکلات پیدا ہو جائیں گی
کہ کوئی حکومت بھروسہ داری سے کام بیٹھے ہوئے اس کام کو اس طرح سے نہ کرنا پا ہے گی۔ یہ ہفت اپس
کے صلاح مشورے اور عام منظوری کے بعد ہی کیا جاسکتا ہے۔

ہم کی فاطمہ سے ایک بڑے نازک اور مشکل تیر کے دور سے گزر رہے ہیں۔ یہ ہم سے
ایسی عالمگیری اور صلحانیت اور پلکداری کے متعلق اپنی ہیں کہ ہم وقت کے مطابقوں کو پورے گر سکیں۔
اصل سوال یہ ہے کہ ہندوستان مادی، سائنسی، صنعتی، ذہنی، روحانی اور ہر خاطر سے ترقی کرے۔
ہم جو بھی قدم اٹھائیں ہیں اس کو اس اہم سوال کے پس منظر میں دیکھنا چاہئے۔ اس سے ہمیں کیا
فائدہ پہنچے گا اگر ہم ہندی کو عربت بخیں اور اسے ایک بند جگہ میں رکھ دیں جس سے نہ فہر
اس کی ترقی بلکہ قوم کی ترقی رک جائے گی۔

ہماری زبانوں کی ترقی لازمی طور سے قوم کی ترقی سے وابستہ ہے۔ دلوں ایک دوسرے
کی مدد کرتے ہیں اس لئے ہمیں اس سوال کو اس کے وسیع پس منظر میں دیکھنا چاہئے۔

ہیں۔ آزادی کے بعد ہم معاشی مسائل سے برس پکار ہیں تاکہ ۲۳ کو دراڈ میں
کو اُپر اٹھائیں۔ اگر ہمیں کامیاب ہونا ہے اور قوم کو ترقی کرنی ہے تو
ہمیں اپنے لوگوں میں کچھ خوبیاں پیدا کرنی ہوں گی۔

ہندوستان میں ہمیں کوئی لوگوں صائل کا سامنا کرنے ہے۔ شمال
میں ہمالیہ کی برف پوش چوٹیوں اور لداخ اور کشمیر سے لے کر کینیا گماری
تک طبی اور ارضیاتی ساخت، آب و ہوا، انسان اور مہیت سی فرمی
چیزوں میں کافی فرق ہے۔ سیاسی طور سے ہم ایک ہیں لیکن ہم چاہتے
ہیں کہ ان تمام عناصر کو اور نیادہ ہگر سے طور پر متعدد کر دیں۔

ہم زبردستی یک رنگ پیدا کرنا ہمیں چاہتے ہیں۔ یہ ایک قابل نظر
بات ہوگی۔ ہم ہندوستان کی تہذیبی رنگارنگی کو باقی رکھنا چاہتے ہیں جو کہ
ہندوستان کی مٹی کی پیدا دار ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہم ان مختلف عناصر کو
ذہنی اور جذباتی طاقت سے متعدد کرنا چاہتے ہیں۔ تمام قسم کی فرد دارانہ، مذہبی یا
ذات پات کی بندشوں اور رکاوٹوں کو دور کرنا چاہتے ہیں جو ہمیں الگ کرتی
ایک ساتھ مل کر کام نہیں کرنے دیتی اور ہم میں نگ نظری پیدا کرتی ہے۔
نگ نظری ہماری ترقی کو روکتی ہے۔

اگر واقعی ہیں بڑے کام انجام دینے ہیں اور ہم نے ایسے کاموں
کی انجام دی اپنے ذمے میں ہے تو ہمیں ہر طاقت سے بڑا بنتا ہو گا اور تلبہ و نظر
کی وسعت نہ کام لینا ہو گا۔ بڑے کاموں کو انجام دینے کے لئے ہم اپنے
قد قائمت ہیں بھی بامدی لانی ہوگی

جو اہر لال نہ سرو

پریشانی کا یع مدراس میں تغیر (اکتوبر ۱۹۵۲ء)